

# فہرست

۴۴	مہاراج کنشک	۹	صبح بنارس
"	چندر گپت ثانی	۱۱	عرض ناشر
۴۵	بکرماجیت	۱۲	دیباچہ طبع دوم
"	کالی داس	۲۲	ماخذ اوہ کتابیں جن سے اس تالیف میں مراد لی
۴۶	چینی سیاح فاہیان	۲۶	بنارس یا بارانسی
۴۷	راجہ بکرماجیت کے بعد کے دوسرے	۲۷	کاشی کی خصوصیات زمانہ قدیم میں
	فرمانروا	۳۱	بنارس کب آباد ہوا؟
۴۹	بنارس عہد اسلامی میں	۳۳	راجہ کشن
۵۲	عرب اور ہندوستان کے تعلقات	۳۵	راجہ سورج
۵۵	بنارس میں مسلمانوں کی آمد	۳۶	چندر گپت
۵۷	مسجد دو نیم کنگرہ کی تعمیر	۳۷	اشوک اعظم
۵۸	راجہ جے چند والی بنارس و قنوج	۳۸	گوتم بدھ
۵۹	راجہ بنار والی بنارس	۴۰	سازنامہ کی تاریخی حیثیت برصغیر میں
"	سپہ سالار مسعود غازی کا	"	شاکہ منی کا مقبرہ
	تبلیغی قافلہ بنارس میں	۴۱	اشوک کاستون
۶۱	ملک افضل علوی	۴۲	گنبد ہمایوں
"	مسجد گنج شہیدان	۴۳	اشوک کے عہد حکومت کا زوال

۴۵	جو کعبہ کی مسجد	۴۲	ملک افضل علوی
"	راج مندر کی مسجد	"	ملک سراج الدین قلعی
۴۶	شکر تالاب کی مسجد	۴۳	ملک محمد باقر
۴۷	بنارس خواجہ جہاں ملک الشرق کے	"	ملک سید فخر الدین شہید علوی
	زمانے میں	۴۴	میران ناصر
"	خواجہ بازار	"	بٹو شہید
۴۸	سمرقندی مسلمانوں کا قافلہ بنارس میں	۴۵	نور باقان بنارس
۴۹	ملک مبارک شاہ ملک الشرق ثانی	۴۶	غزنوی دور حکومت کا خاتمہ اور
"	محمد قاصد حاکم بنارس		سلطنت غوری کی ابتدا
"	خالص پورہ	۴۷	سید جمال الدین صوبہ دار بنارس
"	حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر	۴۸	سید عبدالرزاق حاکم بنارس
	سنائی قدس سرہ کا بنارس میں ورود	۴۹	محمد باقر خاں حاکم بنارس
۵۰	حضرت سید بدیع الدین قطب الدار	"	سلطان شمس الدین التمش کا دور حکومت
"	غلام انبیا حاکم بنارس	۵۰	حاجی محمد دریس حاکم بنارس
۵۱	انبیا منڈی	"	اس دور حکومت کے اہم واقعات
"	پارچہ مخدومی	"	جلال الدین احمد حاکم بنارس
"	راجہ بی بی	۵۲	عزیز الدین حاکم بنارس
"	خیر ذہ خاتم	"	عنیا رالدین احمد حاکم بنارس
"	پارچہ گلبدن	۵۴	لنگر خانہ
۵۳	بی بی راجہ کی مسجد اور چاندنی چوک	۵۵	مقبورہ حضرت فخر الدین شہید علوی
"	سلطنت شمر قہ کا زوال	"	مسجد جہاڑو شاہ

۸۳	شاہ جہانگیر ابن شاہ اکبر	۱-۱
۸۴	خواجہ محمد صالح حاکم بنارس	۱
۸۵	خواجہ پورہ	۱-۱
۸۶	خواجہ کی مسجد	۱-۲
۸۷	شاہچیاں	۱
۸۸	محمد شریف حاکم بنارس	۱-۳
۸۹	اورنگ زیب عالمگیر	۱-۴
۹۰	داراشکوہ	۱-۴
۹۱	دیدوں کا ترجمہ	۱-۵
۹۲	دارانگر، کٹرہ داراشکوہ بلع داراشکوہ	۱-۶
۹۳	مسجد قدم رسول	۱
۹۴	مسجد دھرمپرا	۱-۷
۹۵	ابوالحسن حاکم بنارس	۱-۸
۹۶	عہد عالمگیر میں ہندوؤں کے مدرسے	۱-۹
۹۷	عہد عالمگیر میں بھاشا کی خدمات	۱۱
۹۸	عہد عالمگیر میں ہندوؤں کے پرانے	۱۱۳
۹۹	مندروں کا احترام	۱۱۴
۱۰۰	بنارس میں عہد عالمگیر کی اہم یادگاریں	۱۱۶
۱۰۱	مسجد عالمگیری (فوارہ کی مسجد)	۱۱۷
۱۰۲	خانقاہ حضرت مفتی نور الدین حسینی	۱۱۷
۱۰۳	مدرسہ حافظہ امان اللہ حسینی	۱۱۷
۸۳	سید غلام امین حاکم بنارس	
۸۴	مہاراجہ بیر سنگھ حاکم بنارس	
۸۵	کبیر داس	
۸۶	کبیر چورا	
۸۷	افغانیوں کا بنارس پر حملہ	
۸۸	شیر خاں ناظم بنارس	
۸۹	عثمان خاں حاکم اسلی بنارس	
۹۰	میر فضل علی خاں حاکم بنارس	
۹۱	سلیم شاہ ابن شیر شاہ سوری	
۹۲	دور اکبری	
۹۳	علی قلی خاں والی بنارس	
۹۴	راجہ ٹوڈرمل حاکم بنارس	
۹۵	عبدالرحیم خانخاناں سپہ سالار خاں	
۹۶	صوبیدار بنارس	
۹۷	تلسی داس	
۹۸	اکبر کی شاہی جاگیر میں ہندوؤں کے نام	
۹۹	جنگم باڑی	
۱۰۰	فرمان محمد پانچویں شاہ غازی	
۱۰۱	فرمان اکبر بادشاہ	
۱۰۲	دین الہی کا رواج بنارس میں	
۱۰۳	خانم مسجد گمان پانی	

۱۳۳	سلطان عزیز الدین عالمگیر ثانی	۱۱۸	گلزار محل
۱۳۴	راجہ بلونت سنگھ	"	شالہ منزل
۴	لعل خاں	"	عاشق اور معشوق کا مقبرہ
"	چوہہ لعل خاں	۱۲۰	اورنگ آباد
"	حضرت شاہ لکڑ	۱۲۱	عشق کا ایک اور عجیب واقعہ
۱۳۵	سلیمان دوم ابن سلطان ٹیو	۱۲۳	اورنگ زیب کا انتقال
۱۳۶	سلطنت مغلیہ کا خاتمہ	"	معظم شاہ عالم بہادر شاہ اول
"	انگریزوں کا قدم ہندوستان میں	"	جہاندار اور فرخ سیر
۱۳۸	انگریزی حکومت کے تاریخی واقعات	۱۲۴	نواب معور خاں حاکم اعلیٰ بنارس
"	عدالت کے شرعی قوانین اور شرعی فیصلے	"	معور گنج
۱۳۹	مرزا محمد حسن خاں بہادر حاکم بنارس	"	حوض کٹورہ
"	شہزادہ مرزا جوان تخت خلف شاہ عالم	۱۲۵	مسجد پاکر تلہ محمد شہید
۱۴۰	نواب علی ابراہیم خاں گورنر بنارس	"	نجر شاہ
"	نواب کی ڈیوٹی	۱۲۶	میر رستم علی ناظم بنارس
۱۴۱	قاضی القضاۃ مولوی واصل علی خاں	"	شیخ علی حزیں
"	عمید گاہ لاٹ بھیرو	۱۲۸	وال منڈی
۱۴۳	بلوہ ٹیکس	۱۲۹	مسجد قاطان، ایوان و شہ نشین
"	کوٹوالی کی مسجد	۱۳۱	رائی بھوانی بنگال
۱۴۴	جارج چہارم کی تخت نشینی	۱۳۲	سلطان مجاہد الدین ایوب النصر احمد شاہ
"	انگریزی سکوں کا رواج	"	برہان الملک سعادت علی
"	مسجد تلچن بازار	۱۳۳	نواب صفدر جنگ حاکم بنارس

۱۵۲	غزوۃ العلماء کا پہلا اجلاس اور نمائش	۱۴۴	اردو تحریر کا رواج
۱۵۳	بنارس ہندو یونیورسٹی کی بنیاد	۱۴۵	ولیم شاہ انگلستان کی وفات
۱۵۴	بنارس میں ہندوؤں کی اہم عبادت گاہیں	۱۴۶	بلوچہ سنسکری
۱۵۵	وریت کمال کامندر	۱۴۷	مسجد اورنگ آباد
۱۵۶	برہما کامندر	۱۴۸	پلیہ کا دھماکا
۱۵۷	لشیشور کامندر	۱۴۹	قیدیوں کا بلوہ
۱۵۸	مان مندر	۱۵۰	زرافہ جانور
۱۵۹	استی سنگم	۱۵۱	کوئٹہ کا لچ
۱۶۰	دسا سومیدھ گھاٹ	۱۵۲	مرزا عجب علی بیگ سرور
۱۶۱	منکر کا گھاٹ	۱۵۳	نواب سکندر بیگ صاحبہ والیہ بنگال
۱۶۲	پنج گنگا گھاٹ	۱۵۴	سر سید احمد خاں
۱۶۳	میر گھاٹ	۱۵۵	ڈیوگ الفریڈ سپرملک وکٹوریہ
۱۶۴	گلیان باہی	۱۵۶	سید تراب علی خاں بہادر سپہ سالار
۱۶۵	امرت کنڈ	۱۵۷	جنگلی شیر کا واقعہ
۱۶۶	ناگ کتوان	۱۵۸	پرنس آف ولز کی محنت پر بنارس میں جشن
۱۶۷	آبادی اور قومیں	۱۵۹	شدید سیلاب اور وبا
۱۶۸	انگریزی دور کی چند اہم عمارتیں	۱۶۰	سرکاری ہسپتال
۱۶۹	ریلوے لائنیں	۱۶۱	جلسہ تہنیت اور دربار عام
۱۷۰	صبح بنارس	۱۶۲	ہسپتال کا اجراء

جارج پنجم دلی، سند بنارس میں  
 مہاراجہ بنارس کو اختیارات ریاست کی سپرد

# انتساب

اس کتاب کو اپنے والد ماجد  
حضرت مولانا الحاج مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ

خطیب جامع مسجد شاہی

کے اسم گرامی سے

معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں

العبد الجانی والمغروس بالامانی:

عبدالسلام لغمانی مجددی

۴۴ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ندوۃ المعارف، بنارس

# ۹ صبح بنارس

تمنائی اللہ بنارس چشم بد دور  
 بیایے غافل از کیفیت ناز  
 ہمہ جاہل ہائے بے تن کن تاشنا  
 نہاد تباری چو بوجے گل گراں نیست  
 نقش و خارش گستاں ست گوئے  
 سولوش پائے تحفت بت پرستا  
 عبادت غائبہ نافرستیاں ست  
 تباہش در سحر لے شعلہ طور  
 میا نہا نازک و دلہا توانا  
 تبسم لبکہ و دلہا طبعی ست  
 اداسے یک گستاں جلوہ شہر  
 بہ لطف از موج گوہر خرم روم  
 زائلیہ قدر انداز خسراے  
 زہ نگیس جلوہ باقالت گروش  
 ز تاب جلوہ نوش آتش امروز  
 لبساں دو عالم گستاں رنگ  
 قیامت قدامتیں مژگان دلاں

بہشت خرم و فردوسی مہمور  
 نگاہے بر پریزادانش انداز  
 نذر و آب و خاک این جان حاشا  
 ہمہ جاں انجسے در میانی نیست  
 غبارش جوہر جان ستہ گوئے  
 سراپایش زیارت گستاں  
 بہا نالعبہ مہند و مسکان ست  
 سراپا نور ایزد چشم بد دور  
 ز نادانی بہ کار خوش دانا  
 دہن ہار شک گہاں بے ست  
 خرامے صد قیامت گستاں  
 نیاز و خون ہار شک گہم تر  
 بیائے گل گستاں  
 بہار بستر و نور و خوش  
 میان بت پرست ہوش  
 ز تاب رخ چرخاں بر لب گنگ  
 زمزگان بر صف دل شیرہ بار

سر ایا مشوه اُماشش دل	به تن سر ایا فرانش ... دل
ز غری آب را بخشنده اندام	یہستی چون را فرموده آرام
زای بحدش در سینه بیتاب	قناده مودش در ذال آب
ز موج آغو شها و ای کند گنگ	ز بس مرفس تناسمی کند گنگ

ز تاب جلوه ما بیتاب گشته  
 گهر را در صدف با آب گشته



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرض ناشر

انٹرنیٹ سارس کا دوسرا ایڈیشن اپریل ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا اور اب تقریباً ڈھائی  
 سال کے بعد نومبر ۱۹۹۸ء میں تیسرا ایڈیشن مزید ترمیم و اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔  
 کسی کتاب کا تین ایڈیشن نکل جانا، اور ہندوستان و پاکستان کے طویل دور  
 عرض میں ایک وقت پہنچ جانا اس کی مقبولیت کی ایک دلیل ہے۔  
 دوسرے ایڈیشن کو کاغذ پر معمولی تھا، اب کاغذ عمدہ لگایا گیا ہے، اور یہ ایڈیشن  
 کتابت و طباعت اور کاغذ کے لحاظ سے دوسرے ایڈیشن پر فائقیت رکھتا ہے۔

نور الحق تبیدی

ناظم شعبہ مطبوعات ندوۃ المعارف سارس

## دیباچہ طبع دوم

”تاریخ آثار بنارس“ مجھے ہوئے سات سال چکے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ کتابت طبعیت کی غلطیوں اور ظاہری نقائص کے باوجود کتاب نے مقبولیت حاصل کی جو اہم و خواص ہیں اس کا خیر مقدم ہوا، ملک کے لوگ و عرص میں بنارس کی تاریخی اہمیت کا چرچا ہوا، اور تقریباً دو ہی ماہ کے اندر اندر اس کا پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، کتاب کافی عجلت میں شائع کی گئی تھی، اور بہت سے تاریخی واقعات شارح ہونے سے رہ گئے تھے، اس بنا پر دوسرے ایڈیشن سے پہلے نظر ثانی اور اضافہ کا اسم کام باقی تھا، حسن اتفاق سے پٹنہ کی خدا بخش اور نیٹیل لائبریری دار المسئیر اعظم گڈ وغیرہ میں قیام کے مواقع ہاتھ آ گئے، اس بنا پر کتاب میں دل کھولی کر نظر ثانی کا موقع ملا، اور متعدد و مفید اضافے ہو گئے، جس کے نتیجے میں آپ کے ہاتھوں میں پورا دو سو صفحات کی کتاب پہنچ رہی ہے، جبکہ پہلا ایڈیشن صرف ۸۸ صفحات کا تھا، اس کتاب کی تیاری میں میں جتنی محنتیں صرف ہوئیں ان کا صحیح انداز گنا ناممکن ہے، میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ تاریخ بنارس کا موضوع بڑی جلد اور تلاش و جستجو کا طالب ہے، اور بد قسمتی سے میں صحت اور سکون خاطر دونوں نعمتوں سے محروم ہوں، بہر حال جیسا کہ کچھ بن پڑا، انت نئے اضافوں، نوٹس اور حوالوں سے کتاب مکمل کر لی، اور کوشش کی ہے کہ اس دوسرے میں پہلی جی کو تاہیاں نہ رہیں،

توقع ہے کہ یہ نقش ثانی بہر حال نقش اول سے بہتر ثابت ہوگا۔

ع نقاش نقش ثانی بہتر کند ز اول

کتاب کی حیثیت اب صرف تاریخی نہیں ہے بلکہ علمی، ادبی، اور تمدنی تاریخ  
تاریخی ہے، بد قسمتی سے اب ہندوستان میں عام طور پر جو تاریخی رائج ہیں ان  
میں بنارس کا وہ مقام نہیں ہے جو ہونا چاہیے،

ہم نے نو سو سال کی تاریخی دستاویزیں کفنگالی ہیں، قدیم علمی ذخروں  
کے ہزاروں اوراق الٹے ہیں، عمارتوں کے پرانے کتبے پڑھتے ہیں، اور جہاں کہیں  
سن گن پائی وہاں سے خوشہ چینی کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے، واقعات کی ہمت  
پر پورا اطمینان کر لیا ہے اور اب :

ع من قاش فروش دل صدیاریہ خویشم

کی صدائگار ہوں، توقع اور یقین ہے کہ اہل ذوق و نظر اس بضاعت مرزا کو پسند  
فرمائیں گے، اور سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی،

سبک زجائے نگری کہ بس گراں گہراست

منازع من کہ نصیبش مباد ارزانی !

بنارس  
اپریل ۱۹۵۶ء

عبدالسلام نعمانی

بسم الله الرحمن الرحيم

## دیباچہ

پانچ ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ سال گزرے جب گنگا کے کنارے کا یہ شہر نیم متمدن قوموں کی ایک گنجان آبادی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا، اور اس وقت اریوں نے بحیرہ نکسیپسین اور ایران کے نواح سے پنجاب بھر گنگا اور جہنا کے کنارے آباد ہونا شروع کیا تھا، اور پتہ نہیں یہ شہر کتنی سلطنتوں کو اجڑتے اور بنتے دیکھ چکا تھا، لیکن بنارس ہی کیا؟ خود ہندوستان کے عہد قدیم کی تاریخ تاریکی میں ہے اور ظاہر ہے کہ اس وقت کا تاریخی سرمایہ آج محفوظ نہیں ہے، لیکن تاریخ والوں کا ذکر بات پر اتفاق ہے اور آثار و قرائن بھی یہی بتاتے ہیں کہ "یوسوت منو" یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے آباد ہے،

"بنارس یا کاشی" ہندوؤں کا زمانہ قدیم سے ایک متبرک شہر ہے، اور عہد و قوم کو کاشی جی کی عظمت پر ناز ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخی روایات چند پارہ قصوں تک جن کا دار و مدار نفس عقیدت پر ہے محدود ہیں، اور ان کو تاریخی حیثیت نہیں دی جاسکتی، اور زمان سے کوئی تاریخی واقفیت ہو سکتی ہے، اور نہ ایک مختصر تاریخ لکھا ان قصوں کو سند کے طور پر پیش کر سکتا ہے،

"کاشی" کی تاریخ کے سلسلے میں پہلے سامنے صرف "کاشی کھنڈ" ہے جس کا ۱۹ سنسکرت نسخہ "سر سوتی" بعنوان "بنارس میں موجود ہے، اردو ترجمہ بھی چھپا ہے۔

لیکن ہندوستان کے عہد قدیم کی تاریخ تھے بھی، تشنہ ہے، ہم نے مہاراجہ بنارس نے کتب خانہ رام نگر کے مخطوطات میں ایک فارسی ترجمہ کا نسخہ دیکھا ہے جس میں کچھ کام کی باتیں مل گئیں، اور ان کی صحت پر دوسرے ماخوذوں سے اطمینان کر لیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰۰ سال قبل کے تاریخی اٹلینا رس میں موجود ہیں، جو گھنڈروں، استونوں، اور لاٹوں کی شکل میں موجود ہیں، جن کو دیکھ کر تاریخ کے سلسلے میں کچھ رہنمائی ہو سکتی ہے، سارا تھ کا میوزیم اس سلسلے میں نیک خاص چیز ہے، یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان اپنے عہد قدیم ہی سے ایک مخصوص تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہے، دریائے سندھ کی وادی اور جنوب پنجاب میں مسلمانوں میں جو آثار قدیمہ زمین سے برآمد ہوئے ہیں ان نے ہندوستان کی تہذیب و تمدن کا نشان بہت اونچا ہو گیا ہے، پیش نظر کتاب صرف بنارس کی تاریخ ہے اور اس کتاب میں حضرت نور علی لیکر آریوں پھر یوہوں پھر ہندوؤں کے دور کے واقعات لکھے گئے ہیں، پھر مسلمانوں کا زمانہ ان کے بعد شروع ہوا، اور اصل تاریخ اسی ایک ہزار سالہ دور حکومت کے ہے، مسلمان اول اول تو فاتح کی حیثیت سے ہندوستان میں آئے، لیکن عرب ہندوستان کے تعلقات حضرت عیسیٰ سے تقریباً ۲۰۰۰ سال پہلے ہی سے ہیں گو فاتح ہوئی کی حیثیت سے انہوں نے قدم بعد میں رکھا، اس بنا پر یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ عہد قدیم میں یہاں مسلمانوں کا وجود تھا ہی نہیں،

آج سے تین سو سال پہلے پہلی صدی ہجری میں اسلامی فتوحات سے پہلے ہندو بصر کے جو بیرونی سیاح جو ہندوستان آئے انہوں نے بنارس کے تمدنی و سیاسی حالات کی تصویر کھینچی ہے، اور خاص طور سے تیسری صدی ہجری (دہلی صدی غیسری)

کئے ایسے عرب متنبروں اور سیاحوں کے سفر نامے اور جغرافیہ کی کتابیں موجود ہیں جو ہندوستان میں آتے جاتے رہے، مثال کے طور پر چند تاجروں کے نام درج ذیل ہیں،

سلیمان قاجر	۲۲۴ھ	ابن حزم وازیر	۲۵۰ھ
ابوزید حسن بیرونی	۲۶۴ھ	بزرگ بن شمیرانیہ	۳۰۰ھ
الحیو دلفیہ بن ہبلہ	۳۳۲ھ	مسعودی	۳۴۳ھ
اصطخری	۳۴۰ھ	ابن عوقل	۳۳۱ھ
بشار واعدی	۳۵۵ھ	البیرونی	۴۰۷ھ
ابن بطوطہ	۷۷۹ھ	ابو معشر فلکی	

ان سیاحوں میں صرف البیرونی نے بنارس آکر یہاں کہ تاریخی جائزہ لیا ہے  
بقیہ سفر ناموں میں جستہ جستہ واقعات ہیں، البیرونی کی کتاب الہند ایک  
مستقل اور قیمتی تصنیف ہے، اس کا ایک نسخہ بالینڈ سے چھپ کر حال ہی میں آیا ہے،  
اور میری نظر سے گزر چکا ہے،

سلطنت مغلیہ کے ابتدائی دور ہی سے بنارس کی ایک مخصوص علمی اتمدنی حیثیت  
قائم ہوئی ہے، البڑے بڑے علماء اور نامور شعراء و مصنفین پیدا ہوئے،  
حقیقوں نے بنارس کا نام بہت اونچا کر دیا ہے،

جس زمانے میں سلطان فیروز شاہ تغلق نے سرسارائے سلطنت ہو کر اپنے  
چچا امیر خانی غیاث الدین تغلق کی یادگار میں ۷۸۸ھ میں گوتی کے کنارے جون پور  
آباد کیا تھا، اس وقت دہلی سے علماء و مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد جون پور آکر  
بسی اور دربار شاہی سے ان کیلئے وظیفے مقرر ہو گئے، پورب کے علاقے میں مصنفات

جون پور کو نامور علما و دانشاں ہیر معنفین کا علمی مرکز ہونے کی وجہ سے جتنی شہرت حاصل ہے  
 اتنی کسی علاقہ کو نہیں!

پورب کی تشریح کرتے ہوئے ہندوستان کے جلیل القدر عالم اور مشہور مورخ  
 مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اپنی کتاب "ماثر الکرام" میں شاہجہاں بادشاہ کے مشہور شاہانہ فقرہ  
 "پورب شیراز مملکت ما است!"

کو درج کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پورب سے شاہجہاں کو غایت درجہ شغف  
 تھا۔ پھر ہندوستان کے صرف ایک حصہ پورب کے علمی چہرچوں کا تذکرہ فرماتے ہیں،  
 جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت پورب کے صوبوں میں صوبہ اودھ، صوبہ الہ آباد  
 اور صوبہ عظیم آباد تھے، بنارس اور جونپور عظیم آباد کے صوبے میں شامل تھے، چنانچہ  
 مولانا اپنی کتاب "سبحۃ المرحان فی آثار حصن وستان" میں لکھتے ہیں

وعبارۃ عن ثلاث صوب، صوبہ اودھ، پورب کا اطلاق تین صوبوں پر ہوتا ہے، صوبہ اودھ،  
 و صوبہ الہ آباد و صوبہ عظیم آباد، صوبہ الہ آباد اور صوبہ عظیم آباد حجاب پنہ کے نام سے مشہور ہے

یہ شہادت تو خوبت بعد کی ہے، اور نہ اسلامی ہندوستان سے پہلے کے دور میں ان  
 علاقوں کو بڑی مرکزیت حاصل تھی، بنارس اور سارانہ کے علاقے میں بدھ مت کی قدیم  
 یادگاریں اور دیہار تعلیمی خانقاہیں ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس شہر کو ہر دور میں  
 بڑی مرکزیت حاصل رہی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو گا،

اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے کا نام "آثار بنارس" اور دوسرے حصہ  
 کا نام "مشائخ بنارس" ہے، جس میں تقریباً نو سو سال پہلے سے لیکر تیرہویں صدی  
 ہجری کے آخر تک بنارس کے علما و مصنفین، اور حضرات مشائخ کے حالات ہیں،

اس کتاب میں ضمنی طور سے ان کے حالات آگئے ہیں، لیکن ان کا مکملہ دوسری جلد میں کر دیا گیا  
 آج سے تقریباً ۱۵ سال پہلے چودھری نبی احمد سندیلوی راجپوت، آرا اے، ایس  
 بنارس نے بنارس کی ایک تاریخ ”مرقع بنارس“ لکھی تھی جو شائع بھی ہو چکی ہے  
 اور ہماری نظر سے گزر چکی ہے، اور مصنف سے بعض تسامحات بھی ہوئے ہیں، تاہم نقش  
 اول کی حیثیت سے چودھری صاحب کی یہ خدمت قابل قدر ہے،  
 لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آج تک ہندوستان کی کوئی صحیح اور سچی تاریخ ہی نہیں  
 لکھی گئی، ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت میں بڑی بڑی تاریخ کی کتابیں تصنیف  
 ہوئیں، لیکن افسوس کہ وہ کتابیں یا تو انگریزوں نے اپنے دور میں مسخ کر دیں یا یہاں سے  
 لیکھے، اور انھوں نے ایسی تاریخیں لکھوائیں کہ ہندو اور مسلمان دونوں اپنے اسلاف  
 کے کارناموں کو دیکھ کر شرمائیں، اور آپس میں نفرت اور غم و غصہ کی آگ سلگتی رہے، بالآخر  
 اس ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کی پالیسی کا یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمان اپنے تاریخی نوخیروں سے  
 محروم ہو گئے، اسی بنا پر علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا،

وہ نوقی علم و حکمت کے کتابیں اپنے آباؤ کی

جو دیکھو، ان کو یورپ میں تو دل ہوتا شکیلا

ہم نے انڈیا آفس لندن اور برٹش میوزیم سے ایسی کتابوں کی فہرست حاصل کی ہے  
 جو ہندوستان سے انگریزوں نے وہاں منتقل کر دی ہیں، اور ان سے ہم نے استفادہ بھی کیا  
 آج کا انگریزی خواں طبقہ تاریخ سے منطقی ہے، خبر ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں  
 انگریزوں کے دور کی اندھی تقلید کی جا رہی ہے، اور وہی کتابیں نقاب میں بھی داخل ہیں  
 جن سے فریقین میں آج بھی نفرت اور غم و غصہ کی فضا پیدا ہوتی ہے،



حال ہی کے ایک ممتاز تاریخ نویس ڈاکٹر الیشوری پرشاد ایم اے پروفیسر  
ہسٹری الہ آباد یونیورسٹی نے اپنی تاریخ میں جو انگریزی مدعوں کے اوپر کے دیجات  
کیلئے لکھیں گئی ہے، ہندوستان کے انصاف پسند شہنشاہ عالمگیر پر ایک زبردست الزام  
لگایا ہے اور لکھتے ہیں کہ،

”اورنگ زیب نے بھی یہ حکم دیا تھا کہ کوئی اس کے زمانے کے واقعات کا حیل  
نہ لکھے، مگر ایک ہمعصر مسلمان مورخ محمد باشم خفیفہ طور سے اس زمانے کے حالات  
لکھتا رہا، اس لئے وہ خانی خاں کہلاتا ہے، اس کی کتاب منتخب اللباب سے اورنگ  
زیب کے زمانے کے حالات بہت کچھ معلوم ہوتے ہیں“ (تاریخ ہند ص ۱۷۶)  
یہ ڈاکٹر صاحب کی تاریخ دانی کا صرف ایک نمونہ پیش کیا گیا ہے جس میں نہ صرف  
یہ کہ انھوں نے عالمگیر پر الزام لگا کر بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ اپنی ناواقفیت  
کا بھی ایک ثبوت دیا ہے، اور خفیفہ سے خانی خاں نام پڑنے کی وجہ بھی خوب رہی، جو کہ  
عربی سے ناواقفیت کا ثبوت ہے، اور ستم یہ کہ ایشمانک سوسائٹی بنگال سے جو نسخہ  
طبع ہوا ہے وہ بھی خانی خاں ہی کے نام سے منسوب ہے، حالانکہ یہ خواب کی طرف  
منسوب ہے جو کہ میساپور رخر لہان اکا ایک برہمن قبیلہ ہے جس کی بحث آگے مآخذ کی  
فہرست میں آرہی ہے۔

یہ تو ایک ”خانی خاں“ کی تاریخ کا ذکر تھا، جو فتنی طور سے نکل آیا، اور نہ عالمگیری  
کے عہد میں بیسویں تاریخیں ایسی ہیں جو فارسی میں مرتب ہوئیں، اور بھی ہندوؤں  
نے مرتب کیں جن کے قلمی نسخے ”انڈیا آفس“ میں موجود ہیں،  
اس بحث سے ہم کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ تاریخ کا فن اس دور میں بازی گاؤ

طفلاں "بن گیا ہے، ڈاکٹر صاحب ہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے بھی تارخیں مرتب کی ہیں ان میں اس قسم کی نگاہ زیاں کی گئی ہیں، جن سے سنجیدہ تاریخ کا قیاس لیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ان حالات میں قلمی سروایوں، قیمتی کتابوں، سرکاری رپورٹوں، اور شاہی دستاویزوں سے فائدہ اٹھانا آسان نہیں ہے، یکایک کچھ زیادہ مشکل نہ تھا اگر حالات کسی ایک یا چند کتابوں میں جمع مل جاتے یا کم از کم کتابوں میں آج کے طریقے کے مطابق انڈکس یا فہرستیں ہوتیں، مگر مولف ان تمام سہولتوں سے یکسر محروم تھا، اس کیلئے اس کے سوا اور کوئی شکل نہ تھی کہ وہ صدہا کتابیں لفظ بلفظ پڑھی جائیں جن سے بنارس کے متعلق کچھ بھی ملنے کی امید ہو،

اس موقع پر اپنے ان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ضروری ہے جنہوں نے اپنے خاص ذوق سے مولف کی ہر ممکن مدد کی ہے، جن میں محترم دوست خواجہ افضل امام ایم اے ریسرچ اسکالرشپ، یونیورسٹی خاص طور سے قابل ذکر ہیں کہ موصوف کے توسط سے ہمارے بنارس کا کتب خانہ نظر سے گذرا اور مقدمہ فائدہ اٹھایا، اپنے عزیز اور خالص دوست مولانا ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایف ایم بی، ایس ڈیٹیکل کالج الہ آباد کا مشکوٰۃ پو کہ ان کی بروقت مستعدی اور ان کے اپنے جمع کردہ مواد اور حوالوں سے بڑی مدد ملی، ساتھ ہی ساتھ اپنے محترم بزرگوار حضرت مولانا سید شاہ شاہد علی صاحب سبزویش رئیس اعظم گورکھپور سجادہ نشین خانقاہ رشیدیہ جو ننور دہستانہ حضرت خذوم شاہ طیب بنارسی کے حق میں دعائے مغفرت کر رہا ہوں (خدائن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے) اکہ ان کے قلمی وادار کتب خانہ سے خوشہ چینی کی جس کے بغیر کتاب کی ترتیب ناممکن ہوتی،

لکھنؤ میں کرب ڈاکٹر صاحب ہم روز بروز لکھنؤ کو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں،

ہیج کہ ذوق طلب از مستجو باز مہداشت

وانہ می چیدم در اں روزے کہ خرمین داشت

اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے، کتاب آپ کے سامنے ہے آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کی ترتیب میں ہم نے کس قسم کی جدوجہد سے کام لیا ہے، ادب یہ عہد اسلامی کی ایک ہزار سالہ تاریخ ہو گئی ہے، جو صرف بنارس سے تعلق رکھتی ہے، اور ہم تاریخی مقامات، مسجدوں اور شاہی عمارتوں کی تصویریں بھی لگا دی گئی ہیں جن سے اس کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے، اور اب کتاب کے اس موجودہ ایڈیشن کو بالقد ایدیشنوں سے یک گونہ بہتر بنانے کی کوشش کی گئی ہے،

مدوۃ المعارف بنارس

دسمبر ۱۹۵۵ء

عبد السلام نعمانی

# ماخذ

## وہ کتابیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے

۱۔ کتاب الفہرست العربیہ المستعینہ میں ابو یحییٰ البیرونی نے جو بہت ہی اہم کتابوں کے  
حصہ بنارس کی سیاحت کی تو یہ سفر نامہ مرتب کیا، کتاب کے دو نسخے، الفہرست اور الفہرست  
سے شائع ہوئے ہیں، میری نظر سے دونوں نسخے گزرے ہیں، انبارس کے بہت سے مکتوبات اور  
ان کی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت پر روشنی ڈالی ہے، لیکن مسلمانوں کا ذکر نہیں ہے  
اصلی نام "تہذیب و تمدن" ہے۔ کتاب الفہرست زیادہ مشہور ہے، اس کے اردو ترجمے بھی  
چھپے ہیں جو انتخاب اور خلاصوں کی شکل میں ہیں، لیکن افسوس کہ مترجمین نے اس کے  
ساتھ بڑا بے رحمانہ سلوک کیا ہے،

۲۔ "تہذیب و تمدن" ان فی الآثار و الحیا و السیاق : (عربی) آزاد بلگرامی  
۳۔ "تہذیب و تمدن" : (فارسی) مرتبہ شیخ آقا محمد بن مرید خان، حضرت خدوم  
اشرف جہانگیر سمائی، قلمی نسخہ مظہر الخدوم بنارس کے کتب خانے میں موجود ہے، انبارس  
کی تاریخ سے متعلق اکثر واقعات ضمنی طور سے آگے آئے ہیں، لیکن بہت سے واقعات غیر مستند  
ہیں جو الحاق کا نتیجہ ہیں، کتاب کا دیباچہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کتاب وہاں بعد  
ورق خدوم صاحب کی خدمت میں پیش کی گئی تھی،  
۴۔ "کنج ارضی" : یہ شیخ ارشد جو پوری کے ملفوظات کا فارسی ترجمہ ہے، ان کے مرید

شیخ شکر اللہ نے جمع کیا ہے، کتاب ملفوظ کا ملفوظ اور تاریخ کی تاریخ ہے، ترتیب یوں ہے کہ شجرہ عروجی حضرت بدر الحق سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام سیران سلاسل کے احوال مفصل درج ہیں، ان کے ضمن میں سلاطین کے حالات اور بنارس کے بھی تاریخی واقعات آگئے ہیں، تقریباً ۱۰۰ سال پہلے یہ کتاب تالیف ہوئی، اور قلمی نسخہ خانقاہ رشیدیہ جونپور میں حیرتی نظر سے گذرا ہے۔

۵۔ **سنج رشیدیہ** : یہ دیوان عبد الرشید جونپوری خلیفہ حضرت مخدوم شاہ طیب ناسی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جس کو آپ کے مرید حضرت جلال خاں ملتانی نے جمع کیا ہے، یہ ملفوظات ۱۲۸۵ھ سے ۱۲۸۷ھ تک کے ہیں، تاریخی واقعات کافی آگئے ہیں، قلمی نسخہ خانقاہ رشیدیہ جونپور میں ہے۔

۶۔ **کاشی کھنڈ** : (ترجمہ فارسی) قلمی نسخہ مبارک بنارس کی اسٹیٹ لائبریری راجنگر میں ہے، یہ عالمگیر نامہ : از منشی محمد کاظم، عالمگیر کے حکم سے ابتدائی دس سال کی تاریخ مرتب ہوئی تھی، لیکن آگے چل کر رک گئی تھی، عالمگیر نے اس بنا پر یہ تالیف روک دی کہ حکومت کے زیر سایہ لکھی ہوئی تاریخ، تاریخ نہیں، تاریخ وہی مستند ہے جو دوسرے اہل قلم لکھیں، بہر حال یہ کتاب عرصہ ہوا ٹاپ میں، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے شائع ہوئی،

۸۔ **واقعات عالمگیری** : (قلمی) مصنف امیر خاں، اس میں عالمگیری کی ولادت، شاہزادی اور بچر تخت نشینی سے لیکر تاجپہاں کی وقائع کے حالات ہیں، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں ہے،

۹۔ **خلاصہ عالمگیر نامہ** : مولانا محمد علی عالمگیر نامہ کا خلاصہ ہے جو دسویں سال مرتب ہوا، برٹش میوزیم میں جو نسخہ ہے وہ عالمگیر کے ۷۰ ویں سال حکومت ۱۱۱۱ھ کا مکتوب ہے،

۱۰۔ بلونت نامہ از خیر الدین: راجہ بلونت سنگھ والی ریاست بنارس نے اپنے عہد حکومت از ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۸۱ھ کی تاریخ لکھائی ہے، ریاست بنارس کے تاریخی حالات کے ساتھ ساتھ بنارس کے بھی تاریخی واقعات اگلے میں اعلیٰ نسخہ ریاست سنگھ بنارس کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۱۔ لب التواریخ منہ مولفہ رائے بن درابن پسر رائے بہر اعلیٰ: اس میں مسلمان فرمانروا شہاب الدین غوری ۱۱۹۱ھ کے عہد سے عالمگیر کے ۱۷۰۳ء میں سلطنت حکومت ۱۱۹۱ھ تک کے حالات ہیں، عالمگیر کے عہد میں تصنیف ہوئی، اور اس کا ایک نسخہ عہد عالمگیر کے ۱۷۰۳ء میں دور حکومت ۱۱۹۱ھ کا لکھا ہوا انڈیا آفس لندن میں موجود ہے۔

۱۲۔ تاریخ خوانی (خوانی) خاں: ایشیاک سوسائٹی کلکتہ سے یہ نسخہ ٹائپ کے حرف میں طبع ہوا ہے، غلطی سے خوانی خاں کے بجائے تخانی خاں طرح پر اور پوری کتاب میں چھپا ہے، خوانی: خوف کی طرف منسوب ہے جو کہ نیا پور (خراسان) میں ایک بڑا قصبہ ہے، جیسا کہ معجم البلدان میں ہے،

خواف قصبہ کبیرق من اعمال نیا پور خراسان، (ج ۳ ص ۹، مطبوعہ)

خواف: خراسان میں نیا پور کا ایک بڑا قصبہ ہے، یہی خواف تھا جہاں کے بڑے بڑے علماء و فضلا و متعلم بادشاہوں کے دربار سے وابستہ تھے مصنف نے خود مختار اللباب میں خواف سے متعلق تفصیلات بیان کی ہیں اور پوری کتاب میں ہر جگہ خوانی خاں نام لکھا ہے۔

۱۳۔ تاریخ بہر حق فارسی: حال ہی میں ایران سے نیا ایڈیشن چھپ کر آیا ہے۔ ۱۴۔ تاریخ فرشتہ: (فارسی) مطبوعہ نئی دہلی، مرتبہ محمد قاسم فرشتہ، (رام نگر لاہور)

میں قلمی نسخہ موجود ہے جس سے اکثر و بیشتر استفادہ کیا گیا ہے،  
 ۱۷۔ طغیانات فارسی مولانا عبد السبحان ۲۵۹ء میں لکھی گئی، بنارس کی  
 اکثر مسجدوں اور شاہی محلوں کی تاریخ ہے، کتب خانہ ندوۃ العارفین میں موجود ہے،  
 ۱۸۔ تاریخ حسنہ کونہ بنارس اردو مصنف کا نام معلوم نہیں، لیکن ۱۲۱۲ء  
 میں جبہ ریاسی سے ایک خطی خانہ لایا بنارس اگر مملہ پرانی عدالت میں مقیم ہوا تو اسی  
 خاندان کے کسی اہل ذوق نے یہ تاریخ مرتب کر ڈالی یہ کتاب بنارس کی ایک مستند  
 تاریخ پر مشتمل ہے، اصل کتاب میں تاریخی کتابوں کے حوالے بھی قلمی ہیں لیکن اصل  
 نسخہ ضائع ہو چکا ہے، حضرت والدہ ماجدہ غلامہ العالی نے ۱۲۱۲ء میں یہ کتاب نقل  
 کر کے اپنے کتب خانے میں رکھ چھوڑی تھی اس سے براعتہ فائدہ اٹھایا گیا،  
 ۱۹۔ چرخ نور تاریخ ظفر آباد و جونا پور مولوی مسعود نور الدین صاحب  
 زیدی ظفر آبادی نے ۱۲۱۲ء میں مرتب کی، جس میں بنارس واقعہ بھی ملتے ہیں،  
 ۱۸۔ تاریخ راج بنارس حکیم مشیر حسن فتح پوری فیض فاضل، امرا و اہل بنارس  
 نے ۱۲۱۲ء میں عہد راجہ کے ایام سے ترتیب دی تین ضخیم جلدوں میں ملیانی پریس  
 بنارس سے چھپی ہے،

OXFORD HISTORY OF INDIA - 19

AURANG ZEB AND HIS TIMES (ALIGARH) p. ۲۸

## بنارس یا بارانسی

یہ شہر دیانے گنگا کے کنارے کنارے پر پرمالی ٹھکان میں بسا ہوا ہے اور برنا کے سنگم سے اسی گھاٹ تک تقریباً پانچ میل کی لمبائی میں آباد ہے، برنا اور اسی کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے اس کا اصلی نام بارانسی تھا جو بگڑ کر بنارس ہو گیا، اب حکومت نے دوبارہ قدامت کی طرف رجوع کیا ہے، اور پھر بنارس کا نام بارانسی اور ہندی تلفظ میں دھارنسی رکھ دیا گیا ہے، گو اس نام کو پہلے بھی شہرت حاصل نہیں ہو سکی، لیکن زمانہ گزشتہ میں جو تاریخی مرتبہ ہیں ان میں بھی بنارس کا تذکرہ بارانسی ہی کے نام سے ہے، توح نامہ قلمی (موجودہ کتب خانہ دارالمنصفین) عظیم گڑھ میں بھی بارانسی ہی کے نام سے تذکرہ ہے، ص ۱۳۱

بنارنس کے متعلق مولانا غلام علی آزاد بلگرامی اپنی کتاب سبحة الیروان فی تہذیب و تمدن میں تحریر فرماتے ہیں کہ،

بنارس جنق الموحدة والنون وافر لبنارس پورب کے شہر میں ہے اکیس بار  
رفقہ الیروان اس میں ساکنۃ بلدۃ عظیمۃ شہر ہے، اور وہ ہندوؤں کی عبادت گاہ  
من بلاد غورب وحی معبد للہنود وانشی ہے اور دن کے نزدیک سندس مقامات  
البقاع عند ہمدوزیا رہا فی العہد واجبۃ میں مشاعر ہے، اس کی زیارت عمر میں  
صرۃ عند ہمد واعتقاد ہمدان الادنی عشر ایک بار ان کے یہاں واجب ہے،  
حصص واحدۃ منہا بنارس وتسع اور ان کا اقتدار یہ کہ زمین کے چھ  
منہم الباقیۃ وخذۃ الحصة الواحدۃ دس حصے ہیں، جن میں ستہ ایک حصہ بنارس  
علی حدۃ من الارض مساویۃ للخصص ہے اور نو حصے اس کے ہندوؤں کے ہیں،



فی الدرر الجہۃ والمعنویۃ وسما اللہ تعالیٰ اور علیحدہ یہ معنوی اعتبار سے باقی فوضو  
 علی سنان ریح وستانہ ذوثلث شعبا کے برابر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اسکو ایک  
 کالصلیب وھذا الریح حق صحادہ و نیزے کی نوک پر پھیلا دیا ہے جسکی صلیب کالج  
 تین شاخیں ہیں اور یہ نیزہ مہادیو جی کا حق ہے،

کاشی کا نام اسلامی دور حکومت میں، عالمگیر نے ۱۶۵۷ء میں اپنے جلوس کے موقع پر  
 یہ نام رکھا تھا، اب تک قدیم کوفرات اور قبائلیات میں محمد آباد عرف بنارس لکھا ہوا  
 موجود ہے، اور اکثر عالمگیر کے وقت کے کتبوں میں یہی نام موجود ہے،  
 کاشی کا یہ بنارس کا بڑا قدیم مگر متبرک نام ہے جو عقیدت مند ہندوؤں میں مشہور ہے،  
 کاشی سنسکرت لفظ کاش سے بنا ہے، جس کے معنی درختاں اور روشن کے ہیں،  
 ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق کاشی سچی معرفت اور نور حاصل کرنے کیلئے ایک  
 بہترین جگہ ہے، جس کی تصدیق پانچندوں اور دیدکی کتابوں میں ہوتی ہے،

یہ تو بہر حال اپنے عقیدے کی بات تھی، کاشی نام پر سنگ لیک وجہ اور بیان  
 کی جاتی ہے، کہ راجہ دیو داس کے خاندان میں راجہ پورن تھا، اس کے پر پوتے راجہ  
 کاش نے اسی شہر کو بہت ترقی دی، اسوجہ سے یہ شہر اس کے نام سے مشہور ہو گیا،  
 راجہ کاش کی حکومت بہت دور تک پہنچی تھی، اللہ آباد کے قریب پرستھان  
 پور جس کو اب جمبوشی کہتے ہیں اس کا قلعہ تھا، اور دار السلطنت بارانسی کے نام سے  
 مشہور تھا، جس کو لوگ بنارس کہنے لگے،

کاشی کی خصوصیات زمانہ قدیم میں | زمانہ قدیم سے کاشی ہندوؤں کا ایک مقدس تیر  
 گاہ ہے اور ہندوستان کے ہر گوشے سے یاترا کرنے والے عقیدت مند کاشی سے فیضیاب

ہوتے ہیں، علوم باطنی کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری بھی ماحصل کرنے کیلئے دور دراز سے طلباء آتے تھے اور ان کے سیکھنے کیلئے بڑے بڑے سنسکرت کے مدرسے تھے، انیسویں صدی کے اب ہندوؤں کے پاس ان کے اس طرح کے مدارس اور تارکھانے صحت مند ہو چکے ہیں اور ہندوؤں کے اصلی لئے تو پہلے ہی فلاح ہو گئے تھے، اس سلسلے میں ہمیں کافی کالان قدیم تاریخی اور علمی اعتبار سے تاریک نظر آتا ہے،

تقریباً ایک ہزار سال پہلے عہد اسلامی میں جب اوریجان البیرونی مشہور صلاح نے ہندوستان میں قدم رکھا تو کئی کی عظمت کے قصبے بنے، اور اس نے یہاں سولہ سال قیام کرنے کے بعد مختلف علوم اور سنسکرت کو سیکھا، چنانچہ اس نے اس وقت یہاں کی زبان کے متعلق بھی لکھا ہے:

ہندی خطا بامیں طرف سے چلتا ہے اور مشہور خط کا نام سیدوہا ترکست، جو کشمیر کی طرف منسوب ہے اور یہی بنارس میں بھی جاری ہے،

یہ تو اوریجان البیرونی کی شہادت ہے، اور اس سے معلوم ہوا کہ انیسویں صدی کے سنسکرت کے متعلق بھی اس نے واقفیت حاصل کی، اب فلا جارس کی مغربی عظمت کے حوالے میں البیرونی کا یہ بیان ملاحظہ ہو،

ہندوؤں میں متعدد مقامات میں جو مذہبی حیثیت سے واجب التعليم ہیں، ان میں مشہور بنارس، ان کے درویشوں و بابا جاکر مستقل حکومت اختیار کر لیتے ہیں، ان کے طرح کہہ کے مجاورین کہیں ان کی قضاہ ہو جاتی ہے کہ ان کی موت بنارس میں ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد ان کی حاقبت اچھی ہو، ہنگامہ کہہ کر یہ کہہ کر خور کر نے والا ہو کہ یہ کہہ کر اپنی قوم کی سزا پائی، لیکن اگر بنارس میں داخل ہو جائے گا تو وہاں ان کی گناہ معاف ہو جائے گا اور خوش

دیا جاتا ہے، اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر سال کی صودت چار سر کی ہوتی تھی، برہما اور  
 شکر یعنی بہادلو کے درمیان کچھ لگاڑ پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے لڑائی ہو گئی اور اس قدر  
 برادھ گئی کہ برہما کا ایک سر اکھڑ کر اس سے جدا ہو گیا، اس وقت کا یہ دستور تھا کہ قاتل مقتول  
 کے سر کو دم تھوڑے سے لیتا تھا اور اس کو مقتول کی رسوائی اور نیکی فتح کی علامت کیلئے پھینکا  
 تھا، پس برہما کا سر بہادلو کے ہاتھ میں اس طرح آگیا تو اس کے لگام دے دیدی گئی،  
 ہے بارودہ بہادری میں شہر میں جاتا وہ سر اس کے ساتھ رہتا تھا یہاں تک کہ وہ بار  
 پہنچا، اور سر اس سے جدا ہو کر غائب ہو گیا (باب ۶۶)

اکبر بادشاہ کے دربار کا مشہور عالم اور مہنت فیضی بھی بنارس آیا اور برہمن پجہ  
 بن کر بنارس کے مشہور و قیالہ میں داخل ہو گیا، چونکہ حافظہ تیز تھا، ذہن صاف،  
 فہم مناسب اور طبیعت درست تھی، اس لیے تھوڑے ہی عرصے میں انتہائی تعلیم تک  
 پہنچ گیا، تمام استاد اس کے عمدہ چال چلن اور اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے نہایت محبت  
 کیا کرتے تھے، جب اس نے وطن جانے کیلئے اپنے شفیق استاد سے اجازت چاہی تو اس  
 نے ایک ہفتہ کیلئے اور ٹھہر لیا، اور اپنے گھر میں مشورہ کر کے یہ ارادہ کر لیا کہ اپنی اکلوتی  
 کنیا سے شادی کر دے، جب فیضی سے کہا گیا تو اس نے صاف کہہ دیا کہ میں اس لڑکی  
 کو مالہ جاتی بہن سمجھتا ہوں، اور میں خود مسلمان ہوں، استاد یہ سن کر بہت کھٹک  
 کھڑا ہوا، اداہ سر دیکھ کر کہا کہ تو نے تمام ہندو دھرم کے ساتھ نبھایا، مگر اب تباہ  
 حق امتدادی کیا اور کر لے گا؟

فیضی نے کہا۔ آپ کیا غمناکے ہیں؟ میں دل و جان سے آپ کی پدرانہ اور  
 استادانہ شفقت و عاطفت کا ممنون و مرہون ہوں، اور میری استقامت سے باہر کہ

میں آپ کے انعام و احسان کا حق ادا کر سکوں، استاد نے کہا تاہم ایک عہد لینا چاہتا ہوں،  
 فیسی نے کہا ارشاد فرمائیے! استاد نے کہا تو سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ کرے گا؟  
 کہا ہاں! استاد نے کہا کہ تجھ سے میں ایک عہد لینا چاہتا ہوں، اردو یہ ہے کہ تم کا تیری  
 منتر کا ترجمہ نہ کرنا، فیسی نے اس کا عہد کر لیا، اور اپنے اس عہد پر نیا عمر قائم رہا، چنانچہ اس  
 فاضل نے اس منتر کو اسی طرح لکھ کر ترجمہ نہ کرنے کی پٹی وجہ تحریر کر دی

گیارہویں صدی ہجری میں سید نظام الدین بکرامی نے سنسکرت حاصل کرنے کے  
 کیلئے بنارس کا سفر کیا، اور یہاں رہ کر اس علم کی تکمیل کی، ایسے ہی چرچا کوٹ کے ایک عالم  
 قاضی نظام محمد دوم چرچا کوٹی کے متعلق تذکرہ علمائے ہند میں ہے

عہد تکمیل علوم متداولہ تعلیم زبان سنسکرت در علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد ان کے دل میں سنسکرت  
 ویش پدی ادا تا انکہ در تحصیل زبان مذکور زبان سکینہ کا خیال پیدا ہوا یہاں تک کہ اس زبان کے  
 حفظ وافی بر گرفت، و بمقام بنارس کہ مدین حاصل کرنے میں ایک مکمل حصہ لیا، اور بنارس جو کہ مذکور  
 مہر زبان مرقوم است، میان امران فنا زبان کا مرکز تھا اس فن و سنسکرت کے ماہرین کے  
 امتیاز سے کافی یافت، و تذکرہ حنفی ہند فارسی، و بیان کافی امتیاز حاصل کیا

تاریخوں میں مشہور ملکی اور ہیئت وال ابو عشر کے بنارس میں آنے کا بھی ذکر ملتا ہے، جس نے  
 بنارس میں دس سال قیام کر کے یہاں کے علم ہیئت کا مطالعہ کیا، اس زمانہ میں وفات پائی  
 اپنے وقت میں علم نجوم کا امام تھا، اکثر تصانیف بھی ہیں

## بنارس کب آباد ہوا؟

بنارس یگانگشی کی قدامت میں کسی کو شبہ نہیں ہے اور تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا کا یہ قدیم شہر ہے، یہاں تک کہ "ہومسوت منو" حضرت نوح کے وقت سے آباد ہوتا یا جاتا ہے، اور تاریخ فرشتہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، ماس کی قدامت کے بارے میں ایک انگریز سیاح لکھتا ہے کہ "اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کاشی کب آباد ہوا؟ تو ہمالیہ پہاڑ کے وجود میں آنے کا حال معلوم ہو جائے، مصنف تاریخ طبع بنارس لکھتے ہیں:-

جبکہ آریوں نے پنجاب سے نکل کر گنگا اور جمنا کے کنارے آباد ہونا شروع کیا تھا اس وقت بھی یہ شہر قائم تھا، اور یہاں جنگلی قومیں آباد تھیں، جن کو دیون کہتے ہیں، دیون کے راجہ دیو داس نے شکست دیکر بنارس کو اپنا دار الحکومت قرار دیا تھا، راجہ دیو داس کا تذکرہ اور پشندوں و کتب خانہ میں آئی ہے، ص ۲۸۲ ج ۱

اس بیان کی تائید اور روایات سے بھی ہوتی ہے، مزید برآں جب سندھوستان میں آریوں نے اول اول سات شہر آباد کیے، تو ان میں یہ شہر بھی تھا، اگرچہ مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے یہ مشہور رہا، مگر کاشی اور بارانسی زیادہ مشہور تھا،

بنارس خطہ اودھ کا قدیم اور قریبی علاقہ تھا، ازبائے قدیم ہی سے قنوج اور اجودھیا بنارس کے ہمسایہ تھے جس کا ثبوت البرہان البیرونی کی کتاب الهند سے بھی ملتا ہے، البیرونی نے پہلے ٹولگا اور جمنا کے کناروں کے شہروں کا نام لکھا ہے جہاں آریوں نے اگر

اپنے قدم چائے، پھر لکھتا ہے:

داذا اخذت من باری مع کنگ  
اور جب تم باری سے انگ کے ساتھ  
علم بجانب الشرقی فان منه الی  
چلو تو یہاں سے اچھو تو تک ۲۵۔ اور  
اجودہ خمسة وعشرین دالی بنار  
بنارس تک جو کہ ان کے نزدیک مقدس  
المنظم عند عم عشرین ثم تحرف  
شہرہ ۲۰۔ پھر جنوب کی طرف سے مشرق  
عن سمت الجنوب الی الشرقی

اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ پہلے پہل سندوں نے اچھو دھیا کو اپنا دار السلطنت قرار دیا، اور  
قنوج و بنارس بھی اس کے ماتحت تھے،

بنارس اور قنوج الی دونوں شہروں کے متعلق یہ رائے قائم کرنا آسان ہے کہ  
حضرت نوحؑ اور ان کے بیٹوں نے آباد کیا ہے، یہاں تک کہ تاریخ خلاصۃ الاحوال نے از  
شیخ عبدالحی محدث دہلوی میں مذکور ہے کہ خطہ ادو میں دو ٹیلوں کے درمیان حضرت  
شیخ علیہ السلام کی قبر ہے، جو حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے، اور قاضی شہاب الدین دولت  
آبادی کی کتاب "موضح البلادان" سے بھی یہ ثابت ہے، مشہور مورخ فرشتہ نے بھی اس  
کی تائید کی ہے، جیسا کہ اردر بتایا گیا ہے، واقعات اور روایات کو دیکھا جوں لیکن بنارس  
کے قدیم جوہر میں کوئی شبہ نہیں،

اچھو دھیا میں ایک قبرستان ہے جو نبی نوحؑ کے نام سے مشہور ہے، لوگوں کا کہنا ہے  
کہ وہاں نوحؑ کے بیٹے ہند کی قبر ہے، لیکن ابھی تک تاریخی ثبوت نہیں مل سکا،  
میرزا خیال ہے کہ اس سلسلے میں کوئی تاریخی ثبوت تو قطعاً ناممکن ہے، لیکن ہندوستان  
کی ایسے والی قوموں میں صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جس کا یہ مذہب اور عقیدہ ہے

کہ وہ حضرت آدم کی اولاد سے ہیں، اور صرف مسلمان ہی کیا بلکہ سارے انسانوں کے متعلق خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی ہوں آدم کی اولاد سے ہیں، قرآن مجید ہی بتاتا ہے، اسلامی کتابیں بھی یہی بتاتی ہیں کہ حضرت آدمؑ ہندوستان میں آمارے گئے، اور لگتا ہے کہ ہندوستان ہی کا ایک حصہ تھوڑا سا آدم کا پہاڑ بھی ہے، اور پلنا سمندر کا پٹان ہندوستان سے اس کو ملاتی ہے، جس کو آدم کا پل کہتے ہیں، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے سبوتہ المرجان میں اس طرح کی روایتیں نقل کی ہیں، اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جب آدم جنت سے نکلے تو حجر اسود اپنے ساتھ لائے اور آج بھی پتھر کعبہ میں لگا ہوا ہے، طوبیٰ جو عربی اور فارسی میں بہشت کا ایک درخت سمجھا جاتا ہے، ہندوستان گیا، کئی زبانوں میں بہشت کا نام ہے اتاموس۔ تاج الحرمہ، علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی التفسیر میں لکھتے ہیں،

ونزل ابن آدم بالہند ونزل معه	اور آدم ہندوستان میں اترے، اور ان
الحجر الأسود وقبضه من ورق الجنة	کے ساتھ حجر اسود اور جنت کے پتھوں کا
الجنة فنبث بالہند فنبث	ایک ٹٹا لایا پھر اس کو ہندوستان میں پھیرا یا
شجرة الطيب فانما اصل ما جاء	اور اس سے خوشبو کا درخت اگا، پس ہندوستان
به من الطيب من الرند عن	سے خوشبو آتی ہے اس کی اعلیت یہ ہے کہ
قبضة الودق التي عطف بها آدم	وہ جنت کے پتہ کا ٹٹا ہے جو آدم لیکر اترے
وانما قبضتها استفا على الجنة حين	اور اس کو انوس کیساتھ لیکر مشرق میں رکھ
اخرج منها وقال عمران بن حصة	تھا جیکہ جنت سے نکالے گئے، تیس روز ان
عن عطاء بن من سديد بن قيس	بن حنیفہ نے عثمان بن سعید اور انھوں

ابن عباس قال اعطى ادم بلحنا ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ آدم  
 الاولیٰ فی الہند الخ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۸۰) ہندوستان کی زمین دھنیاں آوارہ لگے،  
 رتھیر ابن کثیر جلد اول ص ۸۰

یہ تو ابن کثیر کا بیان ہے، لیکن قرآن کی آیات سے تو یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہندوستان  
 میں مختلف مقامات پر انبیاء آئے، چنانچہ اولیاء اللہ نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر  
 حضرات انبیاء کی قبریں بطور کشف والہام اور وحی ملاقات سے معلوم کی ہیں، حضرت مجدد  
 الزماں اولیٰ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے اپنی کتابوں میں اس کی تفصیل لکھی ہے،  
 ان تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا میں اسلام لیکر حضرت آدم پہلے ہندوستان  
 میں آئے، اور یہیں ان کی اولاد پھیلی،

مشہور مورخ محمد بن قاسم فرشتہ نے حضرت نورجی کے تین بیٹوں کا تذکرہ کیا ہے، اسام  
 نشت، احام، احام کے بیٹے کا نام ہندو تھا، اور اس نے جسٹور زمین آباد کی اسکا نام ہند ہے،  
 یہ روایت قرین قیاس ہے، اور اکثر علماء بھی کہتے ہیں کہ کج دنیا کے تمام آدمی  
 حضرت نورجی کے تین بیٹوں ہی کی اولاد سے ہیں، حدیث کی کتاب جامع ترمذی سے بھی اسکا  
 ثبوت ملتا ہے، فرشتہ نے لکھا ہے کہ ہند کے چار بیٹے تھے، پورب، بنگ، دکن، ہندو  
 راجہ کشتی، پھیب کا بیٹا راجہ کشن ملک ہند کا پہلا راجہ ہے، جس کا دار السلطنت  
 اتھوڑھیا تھا اور بنارس اس کے زیر حکومت رہا، فرشتہ نے اس موقع پر غلطی اور ذکر کرنے  
 کی کوشش کی ہے کہ یہ کشن وہ کشن نہیں ہے جس کی معبودیت کے ہندو قائل ہیں، اور  
 اس کی بابت اہل ہند نے نادر الوجود قطعے اور خلاف قیاس حکایتیں اپنی کتابوں میں نقل  
 کر کے اسے معبودیت کے مرتبہ پر پہنچا دیا ہے،



راجہ کشن بڑا عالی دماغ، بیدار مغز، اور بہادر و جوان تھا، عظیم الجثہ ہونے کے باعث کوئی گھوڑا اور راجہ کشن کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا، جب یہ گھوڑے کی سواری سے مجبور ہوا تو اس نے اپنی حکمت عملی اور عقائدہ تدبیر سے ہاتھی کی سواری اختیار کی، اس سے پہلے ہاتھی کی سواری کا رواج نہ تھا، اس نے اپنے چمکے لڑکے برہمن کو اپنا وزیر بنایا تھا، یہ بھی بڑا عقلمند تھا، بخاری دیو جی کا کام، آئنگری دیو ہاری، الکنہا، پرٹھنا، اسی کی ایجاد ہے، اس نے ۱۱ سال تک حکومت کی۔

اس کے بعد راجہ کشن ۱۲ سال کا ہوا، ہراج ۱۱ سال تک گدی نشین رہا، پھر اس کی اولاد میں سے کیشورج ۲۲ سال تک سلطنت پر قابض رہا، پھر اس کا بڑا لڑکا فیروند نے ۵۳ سال تک حکومت کرتا رہا۔

اس زمانے میں حضرت نوحؑ کے پرپوتے رستم بن زال بن سام نے ملک ایران سے آکر فیروز رائے پر چڑھائی کی، فیروز رائے خوف سے ہجرت کیا، اور اتفاق سے آٹا زمانے میں آکر مر گیا، رستم نے جب فیروز کا مرنا سنا تو ملک ہند کے ایک سفیر سمی سورج کو اپنی طرف سے ملک ہند کا راجہ بنا دیا، اور خود ایران واپس چلا گیا۔

راجہ سورج۔ راجہ سورج کا دار السلطنت قنوج تھا، بنارس کی آبادی کی بنیاد اس نے ڈالی، مگر ناتمام رہی، اس نے ۲۵ سال تک حکومت کی، بنارس میں سورج کنڈا اسی کی یادگار ہے، لیکن یہ رعایت ہندوؤں کی زبانی ہے،

راجہ سورج کے بعد اس کا بیٹا ہراج ۳۶ سال تک حکومت پر قابض رہا، شہر ہراج جے اب ہراج کہتے ہیں اسی راجہ نے آباد کیا تھا، بنارس کی آبادی جس کی داغ بیل سورج نے اپنے وقت میں ڈالی تھی اس کی تکمیل ہراج نے اپنے وقت میں کی۔

پہلے زمانہ میں لوگوں کی عمر زیادہ ہوتی تھی، تاسع و دسویں صدی میں صیدریا کی

اس کے بعد کیدار برہمن کے قبضہ میں یہ سلطنت ۱۱ سال تھی، پھر راجہ کشن پرا  
 اور ۱۱ سال تک اس نے حکومت کی، اگھر اسی نے آباد کیا، ان فرمایا بہ و شاہ تور  
 پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گیا، پھر نہیں نے معذرت کی، تو فرمایا بہ اس کے  
 بیٹے راجہ ریشٹ کر ملک بندہ بخش دیا، اور سحر آدم ہراوے لے گیا، راجہ ریشٹ ۱۱ سال تک  
 حکمران رہا، اقلودیتاس ہی کا بیٹا یا بھائی کی اولاد نہ تھی، پھر راجہ ریشٹ نے اور  
 سے اگر ملک لے لیا، اور ۱۱ سال تک حکومت کی، مرتے وقت اپنے بچے کپہ ریشٹ کو  
 قبضہ سلطنت کی وصیت کی تھی، چنانچہ کیدار راج گدی نشین ہوا، اور ۱۱ سال تک  
 حکمران رہا، اس کے مرتے کے بعد ۱۱ سال راجہ چندر گت فشیون ہو گیا، اور ۱۱ سال  
 اس نے حکومت کی، پھر راجہ دھرم ۱۱ سال تک حکمران رہا، دھرم نے آباد کیا،  
 راجہ دھرم نے اس کو شکست دی، جس کے تعلقات گیارہ سال کے راجوں سے تھے، راجہ  
 فور نے ۱۱ سال حکومت کی، اور اسکندرمی لشکریوں کے ہمارے جب ہندوستان  
 آیا تھا تو راجہ فور کی حکومت اس کے قبضہ سے نکلی تھی، اور لشکریوں کے ہاتھ سے نکلی ہوا  
 اور اس کے بعد راجہ سنسار چندر سلطنت پر قابض ہو گیا، اور ۱۱ سال تک تخت نشین رہا،  
 اس کی وفات کے بعد راجہ چندر گت دھرم کیلئے تخت نشین ہو گیا  
 چندر گت دھرم نے اس زمانے میں انڈول کی حکومت زوال پڑی، اس لئے کہ قہر مہاراجہ  
 انڈول کا پوتہ تھا، مہاراجہ چندر گت اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا، ملک گدہ جیسے اب پتہ  
 کہتے ہیں، اس کا دار السلطنت تھا، چندر گت نے ۱۱ سال حکومت کرنے کے بعد وفات  
 پائی، مہاراجہ چندر گت کے دور میں پانی اور بدھ مت کو بڑی ترقی ہوئی، چندر  
 گت نے یونانی سلوکس کو ٹہرا کر افغانستان تک قبضہ جایا، چندر گت کے برہمن

وزیر مالک نے اصول حکمرانی پر ایک مختصر اور مفید شاہکار لکھی، جس پر قاضی نسیر  
میسور کے کتب خانے سے برآمد ہوا ہے، چند رنگت کے زمانے کی ایک لاث پناہ  
سے تقریباً ۱۵ میل دور سید پور بھتری میں موجود ہے، اکثرین چیمبرس اس  
کو دیکھنے کیلئے آتے ہیں اس پر اس زمانہ کے مروجہ معروف کتب خانہ میں اس کی کاپیاں  
ہوتی ہیں کہ اس کی حکومت دور تک بچائی ہوئی تھی، اس کی لاث اور کتب خانہ بڑی ہی

## اشوک اعظم

خزر رنگت کے بعد اس کا بیٹا مہاراجا اشوک تخت نشین  
ہوا اشوک کے دور حکومت میں جتنی بڑی سلطنت ہوئی، اس دور ستان کے پورے  
زمانہ تاریخ میں اس سے بڑی سلطنت نہیں ہوئی تھی، اس کی فتح کی یاد گاروں کے  
کتبہ دستیاب ہو چکے ہیں، وہ آخر میں بدھ مت کا پیرو ہو گیا تھا اور اس میں کی شیخ  
کیلئے تبت، فارس، چین، مصر، یونان میں مبلغ بھیجے،

اشوک کے لاث ایک مخصوص شہرت کے مالک ہیں، اس کے کتب بات چٹاؤ  
اور غاروں پر چڑھ گئے اس کے استیشن بیڑ میں واقع ہیں، ہم سوئی لند میں برآمد ہوئے  
ہیں، یہ کتب جس علاقے میں ہیں وہ وہیں کی بولی اور پرکرت میں ہیں، جو وہاں  
لاٹھ تھیں، اشوک کے دار الحکومت مگدھ میں تھا، جس کو اب پٹنہ کہتے ہیں، یہ علاقہ  
بودھوں کی تالیف میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے،

اشوک بدھ مذہب کا پیرو اور روحانی مبلغ بھی تھا، پانچویں صدی میں اس نے کئی  
فرامین لکوائے، جس میں دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ شپر بدھن کا بارشاد ہے،

..... بائلی پتر ..... سے

سنگھ میں کوئی ذات بھی رخنہ نہ ڈالے، راہب اور راہبات میں سے کوئی بھی اگر سنگھ سے منحرف ہو جائے گا تو اسے سفید کپڑے پہنائے جائیں گے، اور اسے خانقاہ کی جگہ نہیں اور رہنا پڑے گا، یہ حکم بھکشوؤں اور بھکشونیوں کے سنگھ میں سنا دینا چاہیے، دیوتاؤں کے پیار سے کارشاد ہے:

اس حکم کی نقل جلسہ عام کی جگہ پر لٹکانی گئی ہے، تاکہ تم اسے اُسانی سے دیکھ سکو، اس کی ایک نقل ایسی جگہ رکھو کہ عام حقیقت کشش ہر روز سے گئے دن اگر اسے پڑھ سکیں، اور ہر روز سے گئے دن جبکہ ہر مہاترا اپنے مرکز پر واپس آتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس حکم کو پڑھے، اور سمجھے اور تم بھی اپنی حدود حکومت تک دورہ کر کے زبانی یہ حکم سناؤ، اور اس طرح تمام قلعہ بند قصابات اور تحصیلوں میں یہ سب لوگوں کو دور سے پہنچو تاکہ وہ سب کو یہ حکم سنا دیں۔

یہی کتبہ سارناٹھ سے بھی برآمد ہوا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کے وقت میں بدھ مت کی تبلیغ کا یہ بھی ایک اہم مرکز تھا، سارناٹھ میں اشوک کی آٹھویں لٹا ہے، اور یہاں وہ باغ غزلاں بھی ہے جہاں بدھ نے اپنے چیلوں کو سب سے پہلا وعظ دیا تھا، اور یہاں بدھ عمارتوں کے آثار موجود ہیں، آج کل اس مقام کے ایک بدھ لٹا بادی کی شکل اختیار کر لی ہے،

گوتم بدھ بدھ مذہب کی تعلیمات کا ابتدائی مرکز پٹنہ میں قائم ہوا، اور تعلیمی خالقین کی شہرت قائم ہو گئیں، اس بنا پر اس علاقے کو "دیہار" کہنے لگے، جو ہندی لفظ ہے، اور اس کے معنی تعلیمی خانقاہ کے ہیں،



نہیں، قرآن پاک میں اس طرح کی تاویلات کرنا ظالموں کے نزدیک بہتر نہیں ہے،  
 سارا ناتھ کی تیار پختی حیثیت پر دھوکے کھائے ہیں!  
 سارا ناتھ جناب اس کے موجودہ ٹیچر کا اب آخری جمعہ بن گیا ہے، یہاں شری سے  
 حکومت کے حکم سے زمین کو دھوکہ کراتا ریخا ہزاروں کے آثار نمایاں کیے جا رہے  
 ہیں، اور زمین کے اندر سے جو فرامین اور کتب اب برآمد ہوئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے  
 کہ باج کی تعلیمات کی نشاۃ کیلئے ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علاوہ ہندو  
 کے باہر تک کے نمائندے گئے تھے،

”بہار“ دیہاری کا تلفظ ہے جس میں بنارس اور سارا ناتھ کا پورا علاقہ شامل  
 تھا، یہاں بدھ مذہب کی تعلیمی خالقائیں تھیں، جن کو دیہا کہتے تھے، اور طبیب  
 بات یہ ہے کہ بنارس جو مشرقی ممالک کا اسلامی اور علمی مرکز تھا وہ بھی اسی ”دیہار“ کا  
 ایک تلفظ ہے، جس کی تصدیق ان سرحدی پٹھانوں کے تلفظ سے ہوتی ہے جو ح کو  
 سہ شہر کی شکل میں بولتے ہیں، بلکہ مشہور تاریخی شہر ”نوبہار“ بھی بدھ مذہب  
 ہی کی ایک خالقہ کا نام تھا،

سنا کہ میری کتب ”بدھ مذہب کا پیشوا شاکیہ“ میں جب مرزا اس کی یادگار میں  
 ایک عالیشان مقبرہ گنبد کی شکل میں تعمیر ہوا جو سارا ناتھ میں ”دھوکا“ کے نام سے آج  
 بھی مشہور ہے، اس گنبد کی موجودہ اونچائی ۹۰ فٹ اور چوڑائی ۲۰۰ فٹ ہے،  
 اس کی تعمیر واقعہ کئی کتابوں میں یہ پایا جاتا ہے کہ سن عیسوی سے ۲۴۷ سال

قبل بہاریں ہندوستان قدیم کا سب سے بڑا مرکز تھیں، اب غور نمٹنے کے لیے اس  
 ان کشف ورات کو نمایاں کیا ہے، یہ بدھ کا مہنت برآمد کر رہا تھا، بہت ہی اسی حد تک نیز دوسرے ذیلی علاقوں

کی بنا پر ”بہار“ نام ہوا،

قبل جب شاکیہ منی (سٹیج) بچھانے رحلت کی تو بدھ راجاؤں کی یہ خواہش ہوئی کہ شاکیہ منی کو اپنے راج کی سرزمین میں لے جا کر عبادت گاہ بنادیں جائے ہاں خواہش پر اختلاف رائے ہوا، اور راجاؤں میں خوب لڑائی اور کشت و خون ہوا، اور آخر کار یہ طے پایا کہ شاکیہ منی کی لاش کو جلا کر ٹم ہی اور راکھ کو ایک ڈبہ میں بند کر کے اس طرح کا ایک گنبد بنادیا جائے، مندوستان کے جن دوسرے شہروں میں اس طرح کا گنبد ہے اس کو اسی واقعہ کی یادگار سمجھنا چاہئے،

آج سے تقریباً ۱۰۰ برس پہلے مسٹر جمیس پرنسپل سابق گورنمنٹ کالج نے اس گنبد کو کھدوایا تھا، تو ایک ڈبہ جس میں بڑی اور راکھ تھی دستیاب ہوا، اور ہونے چاندی کے کچھ پتر بھی ملے، اور زمانہ کے کچھ سکے دستیاب ہوئے، جس میں اس زمانہ کے مروجہ حروف بھی کندہ تھے، جو پڑھتے نہیں جاسکے، یہ چیزیں گورنمنٹ کالج بنارس میں رکھی ہوئی ہیں،

سارناٹھ میں زمین کے اندر سے جو سکے، تاریخی نوادہ، اس زمانہ کے برتن، اللہ مورتیاں، کتبات برآمد ہوئے ہیں وہ وہاں کے میوزیم (مطاب) گھرا میں موجود ہیں، اور بروقت دیکھے جاسکتے ہیں،

**اشوک کا ستون** سارناٹھ کے تاریخی نوادہ میں سب سے اہم اشوک کا ستون ہے، جس میں چاروں طرف چار شیر منقش ہیں، یہ بھی اشوک ہی کے دور حکومت کی یادگار ہے، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ یونانی کار نگروں کا بنایا ہوا ہے، اس کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ اشوک کے دور حکومت میں یونانی بادشاہوں سے کافی ربط و ضبط تھا، اب انڈین یونین نے اشوک کے اسی چکر کو قومی نشان بنایا ہے،

اور اب ہندوستان کے تمام سکوں انونوں، ڈاک کے تمام ٹکٹوں اور سرکاری  
خزائنوں میں اسی ستون کی تصویر ہے جو اشوک کے عدل و انصاف، نیکی و مہم دوستی  
کا اُمیدوار ہے، یہ ستون سارا نگر کے عجائب گھر میں نصب ہے،

اشوک کے اس ستون اور خانوں کے کتبات کو چھوڑ کر وہ مینار یا لاٹس جن  
پر کتبے کڑے کیے گئے ہیں، ہندوستان کی قدیم سنگ تراشی کا بہترین نمونہ ہیں، جن  
سے معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کے عہد میں ہندو سے عورتی کام لینے کا خوب رواج ہو گیا تھا،  
گنبد سچا لولی ۱۲ سارا نگر کے قدیم آثار میں گنبد پڑیوں ایک قابل دید چیز ہے،  
جس کو اب ریٹائی روٹی کہا جاتا ہے، اگر اشوک یہ سمجھتا تھا کہ یہ عمارت بھی اشوک کے  
عہد سے تعلق رکھتی ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، یہ اسلامی دور حکومت میں ۹۱۴ء  
کی تعمیر ہے، جو سہیلوں کے خاندان خاص گوہر دھن نے سہیلوں کی یادگار میں تعمیر کرایا،  
اور یہیں سہیلوں نے اکثر محنت پر جلوہ کیا تھا، یہ گنبد ایک پہاڑی خانیے کی کانی بنائی  
پر واقع ہے اور بنائیس میں اس سے اونچی کوئی عمارت نہیں ہے، اس گنبد کی  
عمارت کے دروازے پر یہ کتبہ لگا ہے،

سہیلوں بادشاہ ہفت کشور

وزیران شہ مطیع و رشیدانور

غلام خانہ زار شاہ اکبر

مستلا گنبد سے چوں چرخ انظر

کہ اور اس بنائے خواب منظر

چوں اینو شاہ جنات آشرافی

بروز سے آمد و بروقت شہست

گو برد حسن بندہ را آمد منظر

کہ سرازو جاتگی بہر تہمتک

نور شش سال و تہ بندہ را شہ



## اشوک کے عہد حکومت کا زوال !

اشوک کے سن وفات ۲۷۲ عیسوی میں نہیں چلتا اور نہ اس کے وارثوں کا حال معلوم ہے، لیکن قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ بادشاہ ۲۳۶ سال قبل مسیح میں فوت ہوا ہے، اس کے مرنے کے بعد کچھ موریا خاندان کو جس میں اشوک تھا، زوال آگیا، اور تقریباً ۲۰۰ سال تک سنگا اور کانو خاندان کے راجوں نے حکومت کی، اشوک ایک مذہب پرست، نیک دل اور بد مذہب کا شہید بنی، بادشاہ تھا، اور جس زمانہ میں اشوک دنیا کو دینا، امن اور بے آزاری کا وعظ سنا رہا تھا، اس کے مغربی ہمسایہ مالک میں خنزیری ہو رہی تھی، اور یونانی سلطین اپنی اپنی سلطنتیں بنارہے تھے، سیلوکس یونانی کا پوتا ان تینوں کے ساتھ جو شام و عراق و باختر میں اپنے والوں کا وارث ہوا، باختر ان دونوں بادشاہوں اور شمالی مشرقی افغانستان پر مشتمل تھا، دوسری طرف پارٹیر فرامانی کی ایک جنگ جو اشوک کی قیادت میں یونانی تسلط سے آئندہ ہوئے، اور اس نے دولت اشکانیہ کی بنیاد ڈالی،

باختر کے یونانیوں نے کابل و قندھار پر اور پھر مختلف مغربی اسیان پر قدم جما دیا، اور ان کے نزدیک اپنی نیچے کا سرانجام مل گیا ہے، ان علاقوں سے جو سیکے برآمد ہوئے، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں مسیح سے چودہویں اور پہلی صدی قبل مسیح کی نیم یونانی ریاستیں تھیں، جو خود مختاری کا دعویٰ کر رہی تھیں، بدھ اور ہندو کی قدیم کتابوں میں ان حملہ آوروں کا یونانی کا یونان کے نام سے تذکرہ آیا ہے، گو ان کی تاریخی تحریر محفوظ نہیں رہی، تاہم فنونِ عمارت و سنگ تراشی

اور دوسری مشغلوں کے آثار باقی ہو گئے ہیں، ان ہی نیم یونانی بادشاہوں کے زمانے میں ایران کے اشکانی بادشاہوں نے قندھار، بلوچستان بلکہ موجودہ سرحد پر قبضہ کر لیا، اور ان کا ایک صوبہ دار نکسا میں مقرر ہوا، لیکن پہلی صدی قبل مسیح میں وسط ایشیا سے یوچی اور سکاتھوں کا فوجی دل آیا اور ترکستان سے یونانیوں کو یوچیوں نے نابود کیا، اور مشرقی ایران و مکران پر سکاتھ قوم قابض ہو گئی، سبستان اور آخری سیستان اسی عہد کی یادگار ہے، یہی قوم سندھ کے راستے سے گجرات اور مالوہ تک بڑھ گئی، اور صدیوں تک یہ صوبے اس کے زیر حکومت رہے، اور تقریباً سترہ صدی قبل مسیح میں ایک زبردست سلطنت قائم کی، جس کا پایہ تخت ہرش پور (پشاور) تھا، اور ترکستان، افغانستان مغربی سندھستان کے علاوہ شمالی ہند کے صوبے شہر بنارس تک اس کے زیر نگیں ہو گئے تھے۔

**کنشک** | اس میں مہاراج کنشک اور اس کے لڑکے ہونشک دونوں بڑے طاقتور بادشاہ گذرے ہیں، ان کا زیادہ شہرت کنشک ہی کو ہوئی، جو عظیم و فن کا مربی اور بدھ مذہب کا سرپرست تھا، کنشک ہم برس حکومت کر کے شانہ طے کے قریب فوت ہوا، اور اس کے بیٹے کے بعد اس خاندان کی قوت میں زوال آگیا، سلطنت کم گئی آزاد سلطنتوں میں بہت گئی، اور چوتھی صدی عیسوی تک یہی کیفیت رہی، **چندر گپتہ ثانی** | لیکن چوتھی صدی عیسوی میں مگدھ کی سلطنت نے دوبارہ عروج حاصل کر لیا، اور خاندان موریہ کے بانی کی طرح نئے شاہی خاندان کے بانی کا نام بھی چندر گپتہ تھا، یہ خاندان پہلے سے موجود تھا، مگر حکومت بالکل نئی ہوئی۔

سلطنت کا مرتبہ چندرگپت کے عہد میں نصیب ہوا جس نے پٹنہ سے لیکر الہ آباد تک اپنے علاقہ پر طعنا، بنارس بھی اس میں شامل ہو گیا، چندرگپت ثانی نے اپنے نام کا سمیت جاری کیا، جو فردری سنسکرت سے شروع ہوتا ہے، اور کئی صدیوں تک شمالی ہندوستان میں جاری رہا، مگر چندرگپت سے زیادہ اس کے بیٹے سمندرگپت نے پائی، جس کا نام اور اس کے کچھ حالات ایک لاٹ پر کندہ ملے ہیں، لیکر راجتیتا علم و ادب کی قدردانی میں سمندرگپت کا بیٹا بکرماجیت اپنے باپ سے بڑھ گیا، اور اس کے دور میں سنسکرت ادب کو کمال ارتقا نصیب ہوا،

پراموسی کا مجموعہ مرتب ہوا، ہنیت اور ہندسہ پر آریہ بحث نے اعلیٰ درجہ کی کتابیں تصنیف کیں، اور ہندوستان کے زندہ جاوید شاعر کالی داس نے قریب قریب اسی زمانہ میں اپنی لا جواب تمثیلات پیش کیں،

کالی داس بعض روایات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کالی داس بکرماجیت کے دور میں کا ایک ہیر ارتھا،

راجہ بکرماجیت کے نام سے دوبارہ سمیت بکرمی جاری ہوا جو سنہ عیسوی سے ۵۰ سال پہلے ہے، بکرماجیت نے اپنے دور حکومت میں ہندوستان کی ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی، اس دور میں بدھ مذہب کو زوال ہوا اور برہمنی مت کو نیا عروج حاصل ہوا، اور قدیم سنسکرت زور نہ ہوئی، تہذیب و تمدن کو ارتقا نصیب ہوا، سنگ تراشی و نقاشی میں کمال پیدا ہوا، اجین اور بلوہ دھار کی تعمیر اسی کے عہد میں ہوئی،

راجہ بکرماجیت کی مدت حکومت کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں مگر

فرشتہ مورخ کے نزدیک ایک بھی صبح نہیں، آرد شیر باباں اس راجہ کا ہم عصر تھا،  
اور بعض مورخین شاہ پور کا ہم عصر بتاتے ہیں، (تاریخ فرشتہ ص ۱۹)  
راجہ بکراجیت کے عہد میں سب سے زبردست واروں نے حملہ کیا، اور زبرد  
کے کنارے لڑائی ہوئی، آخر بکراجیت شکست کھا کر ہلا گیا،

انہوں نے کہ چندر گپت ثانی کے خاندان کے ان راجاؤں کے واقعات زندگی  
اور سنیں بلکہ ناموں تک کا ٹھیک ٹھیک پتہ نہیں چلتا، لیکن مجموعی طور پر یہی تسلی  
چوتھی عیسوی کا زمانہ ہندوؤں کا زریں عہد کہا جاتا ہے جس میں فنون لطیفہ اور صناعات  
نے بڑی ترقی پائی، نقاشی میں اجتناب کے مندرجہ اور غاروں کی تصاویر اور الو  
کے چند کوہ تراش دیول اسی عہد کی یادگار ہیں،

چینی سیاح فامیان چندر گپت کا یہ زریں عہد بھی تاریخ کی نظر میں تاریک ہے،  
لیکن پھر بھی ایک چینی سیاح کی شہادت تاریخی رہنمائی کرتی ہے، یہ فامیان کا  
سفر نامہ ہے، جو بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت اور کتابوں کی تلاش  
میں دیوار چین کے پار سے چلا، اور کوہ پمراٹے کرتا ہوا افغانستان پہنچا، پھر  
واوی سندھ سے گذر کر بلوچستان کے قریب ہندوستان میں داخل ہوا، اور  
دس برس اس مذہبی اقلیم میں مختلف مقامات کی زیارت و سیاحت کرتا رہا،  
لہذا جا کر اس نے بودھ مذہب کی کئی کتابوں کی نقل حاصل کی،

فامیان نے اس دور کے سیاسی حالات بالکل نہیں لکھے ہیں، راجاؤں  
تک کے نام ذکر نہیں کیے ہیں، ضرورت کی تاریخ ان کی کیفیت اور ان کی تعلیم  
کے متعلق نشان دہی کی ہے، اس نے بدھ مت کی خالقوں کو بارون

پایا جن میں ہزاروں بکشتواپنے مذہب کی تعلیم و تربیت کرتے تھے،  
 فہمیان جتنی نے بنارس کا تذکرہ بھی لکھا ہے، اور اس دور میں بنارس کی  
 مذہبی خالقاہوں کی تفصیل بیان کی ہے،

راجہ بکر راجپوت کے بعد کے دوسرے فطرنروا  
 راجہ بکر راجپوت کے مرنے کے بعد سلطنت کو زوال آگیا، اور مختلف راجاؤں  
 نے اپنی اپنی حکومتیں قائم کیں، جن راجاؤں کی تفصیل مل سکی درج ذیل ہے،

شمار	راجہ کا نام	مدت حکومت	کیفیت
۱	راجہ بھوج	۵۰ سال	قوم پوار سے تھا، شہر کھنکھوں، ایجا پور قصبہ سندیا اسی کے وقت میں آباد ہوا،
۲	راجہ باندیلو	۱۰ سال	دار السلطنت قنوج تھا، اس راجہ کے عہد میں بہرام گور تاجرانہ لباس میں سلطنت سندھوستان اور اہل سندھ کے اوضاع و اطوار دریافت کرنے کی غرض سے سندھوستان آیا تھا، قنوج کا لپی اور قنوج اسی راجہ نے تعمیر کرائے،
۳	راجہ رام دیو		راجہ باندیلو کا سپہ سالار تھا، قنوج پر قابض ہوا،
۴	راجہ پرتاب چند سنسویہ		رام دیو کے سپہ سالاروں میں تھا،

شمار	راجہ کا نام	مدت حکومت	کیفیت
			دو شیراں عادل شاہ ایران نے ۵۷۲ء میں اس پر چڑھائی کی، بہر حال تصفیہ خراج کے بعد پلٹ گیا، اس راجہ کی وفات کے بعد راؤں نے سرحد اٹھایا، اور اکثر اطراف سلطنت پر قابض
۵	راجہ جتو		بنارس میں مقیم رہے یہی دن اس نے حکومت کی، مملکت پورہ اسی نام سے مشہور
۶	راجہ مین		مقبوض رہے دنوں کے بعد بنارس کا حکمران ہو گیا تھا، پھر کی قوم سے تعلق رکھتا تھا، بنیالاب کی تعمیر اس کے وقت میں ہوئی
۷	راجہ بھلی		مقام بھولی کا نام اس کے اسی کو دار السلطنت بنایا
۸	راجہ کرن		راجہ بھلی کے بعد حکمران ہوا، کرن کہندہ اسی کے نام سے بنارس میں مشہور ہے
۹	راجہ بدھ سین		اس نے خاص بنارس کو اپنا دار السلطنت بنایا، اس راجہ کے عہد میں مسلمانوں کی جا بجا بستیاں آباد ہونا شروع ہو گئی تھیں،

## بنارس عہد اسلامی میں سنة سے قبل اور بالبعد

اب تک آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے آریوں، بدھوں اور چرنندوں کے دور حکومت پر ایک نظر ڈال لی، لیکن اس ضمن میں اب تک بنارس سے مسلمانوں کی وابستگی کا ذکر نہیں آیا، گوہندوستانی مسلمانوں کا قدم اچکا تھا، اور ابھی یہ بتایا گیا کہ راجہ بدھ سین کے دور حکومت میں مسلمانوں کی بستی آباد ہونا شروع ہو چکی تھیں،

طرحہ جہازانہ تاریخ کا ایک یادگار زمانہ ہے، اسی سنہ میں ۱۲۲۱ء اپریل کو آقائے نامدار تاجدار دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، اور اس آفتاب رسالت کی کرنیں دنیا کے چہرے پر پڑیں، بالآخر ہند بھی مشرف ہوا، گو مسلمانوں کا پہلا پہل فاتحانہ حیثیت سے قدم حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں آیا،

ہندوستان میں اس وقت عجیب سیاسی کشمکش تھی جس کا تذکرہ گذشتہ صفحات پر آپ پڑھ چکے ہیں، ہندوؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ملک کے طول و عرض میں خانہ جنگیوں میں سرگرم تھیں،

ہندوستان میں اسلام کا پیام پہنچا، اور سندھ کی راہ سے سرحد کے مغربی دروں کو پار کر کے پھر سندھ کے بحری و بری راستوں سے مسلمانوں کی ایک سلسلہ جاری ہوا،

ہندوستان میں اسلام پہنچنے کا ایک سبب معجزہ شق القمر تھا، جو نبی ابراہیم  
 پیش آیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ صرف عرب ہی والے اس کو  
 دیکھتے، ہندوستان کے رہنے والوں کے تذکروں میں اس معجزے کا بھی ذکر آتا ہے،  
 اور تاریخ شریعت میں مذکور ہے کہ ہندوستان میں یہاں پہنچنے کے بعد اسلام لائے  
 گئے سب یہی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا تجربہ تھا، جو اس وقت کو اپنے غسل  
 سے دیکھتا تھا، اوقات کے فن کی روشنی سے حساب لگاتے تھے بعد یہ نتیجہ نکلتا  
 ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ۱۲ ہجری ۱۱ سنہ رات کا وقت تھا،  
 طحاوی اور علامہ ابن کثیر دمشق نے اس واقعہ کے تواریخ و دعویٰ کیلئے تاریخوں  
 میں راجہ دہر والی سندھ کے درباری راجہ رتن کا بھی ذکر موجود ہے، جو اس واقعہ  
 کی تصدیق کیلئے عرب بھی گئے تھے، اور وہاں سے اس واقعہ کی تصدیق کر کے اسلام  
 لائے اور ان کا مزار حیدرآباد میں موجود ہے۔  
 بہر حال واقعات یہی بتاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی  
 ہی میں ہندوستان اسلام کی شعلوں سے منور ہو چکا تھا، جہاں تکھے کہاؤں  
 کا تعلق ہے، قصص انبیاء کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت آدم حبت سے اُتارے  
 گئے تو لنگا دہندوستان کے جنوبی جزیرے میں، جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ  
 سہارا ہندوستان ابتدائے آفرینش ہی سے اسلام کی فطرت پر ہے، اور اسی لئے  
 قرآن نے شہادت دی ہے کہ

وَمَا كَانَ لِنَاسٍ إِلَّا امَّةٌ وَاحِدَةٌ      اور لوگ صرف ایک ہی قوم تھے،  
 اس لئے حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد بھی اسلام کے پیرو تھے، حضرت مرزا



منظہر جان جاناں فرماتے ہیں:

”خلاصہ یہ کہ قدیم زمانہ سے یہ ملک بھی مذہب اسلام کا گہوارہ رہا ہے، لہذا صحیح اور یقیناً صحیح ہے کہ بحیثیت مذہب امتدادی سے یہ ملک اسلام کا وطن ہے، اکثریت اس جس طرح آریوں کے قبیلے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اور مختلف اوقات میں آئے، اسی طرح عربوں اور ترکوں کے قافلے بھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، اول اول ہندوستان میں داخل ہوئے، اور یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ہی بس گئے تھے، مسلمانوں کی یہ پر امن آبادیاں جنوبی اور شمالی ہندوستان میں قائم ہوئیں، جن میں بنارس بھی شامل تھا،

اور جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ اس ملک میں قدم رکھا تو شہر خاندان کا تاجدار سہاس رائے سندھ میں حکومت کرتا رہا، جو راجہ ہرش کا سمعہ تھا، اور عربوں کی لڑائی میں مار گیا، اس کے بیٹے ساہسی نے عربوں کے مقابلہ کی تیاری کی، بالآخر وہ بھی جنگ میں مار گیا، اس کے بعد برہمنوں کا ایک خاندان برہمر حکومت آگیا، اس کا مورث فتح راجہ ساہسی کا وزیر تھا، جو گدی خالی پا کر قابض ہو گیا، اراجد اس کا بیٹا تھا، جس کے زمانے میں عربوں نے سندھ کی فتح کی تکمیل کی، اور سندھ میں محمود غزنوی کے ہاتھوں میں جانے کے پہلے تک یہاں عربوں کی منظم حکومت قائم رہی،

یہ سب تو غمخوارات کا ذکر تھا، جو مسلمان عربوں کی ہیں اب ایک نظر ان تعلقات پر بھی آپ فرمائیے، جو عرب اور ہندوستان کے درمیان زمانہ قدیم سے رہے ہیں، ہندوستان میں عربوں کی فتوحات کی تقریب سے تعلقات کا ذکر ناگزیر ہے،

## عرب اور ہندوستان کے تعلقات

عرب اور ہندوستان کے تعلقات کا سراغ پچھلے زمانے میں مسئلہ قیام تک مل چکا ہے جب تجارتی قافلے بحر عرب سے بحر ہند میں آتے تھے، یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں سنسکرت کے الفاظ مثلاً لفظ (لونگ) کا فوراً تبدیل (سونٹھ) صندل، انار جلی، ناریل، قرفل، لونگ، اجائفل وغیرہ عہد قدیم میں داخل ہوئے، اسی طرح عہد ہندی، اتم ہندی، راجاں، اقسط ہندی اور مہند (ہندوستانی) تلوار سے ہندوستان کی طرف نسبت ظاہر ہوتی ہے، یوں کہ میں جن ہندوؤں کو عربی ہند سے کہتے ہیں وہ ہندوستان میں ایجاد ہوئے، یہی وجہ ہے کہ اب بھی عربی میں ان کو القوم الهندیہ (ہندوستانی ہند سے) کہتے ہیں، پھر یہ بھی ایک اہم بات ہے کہ ان دونوں ملکوں میں علمی تعلقات بھی قائم تھے، آئندہ قبل مسیح تک ہندوستان میں لکھنے کا رواج نہ تھا، عربی تاجروں کے ذریعہ آرمی خط ہندوستان پہنچا، چنانچہ اس وقت کے کتبائے جو ہندوستان میں روید اور آندھرا خاندان کے برآمد ہوئے ہیں وہ ان ہی حروف میں تھے، ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ایک نئی تہذیب اور نئے تمدن سے آشنا ہوا، اس وقت کی مسلم آبادیاں لٹکا، بالدیپ، مالابار، اٹرا نکور، کارو منڈل، گجرات، بہلی اور سندھ کے ساحلی علاقوں میں قائم ہوئیں، ان کو اس زمانہ کے ہندو آج کے مقابلے میں بہت زیادہ کٹر تھے، لیکن آپس کے میل جول سے ان میں بڑے خوشگوار تعلقات پیدا ہوئے، ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہم معاشرتی تعلقات برتنے اور ایک دوسرے

کی قدیم تہذیب و تمدن اور علم و فن میں ایک دوسرے کی ترقیوں سے آگاہ ہونے کا موقع ملا، بلخ کے نو بہار بدھ کی تعلیمی خانقاہ، کے چماری برک پر سکھ نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور عباسی خلفاء کے دربار میں ۱۳۷ھ سے ۱۸۶ھ تک وہ وزارت کے اہم منصبوں پر فائز رہے، اور ملکی نظم و نسق کی باگ ان کے ہاتھوں میں رہی، اور ان ہی کی تحریک سے سنسکرت کتابوں کے ترجمہ کیلئے ہندوستان کے اہل علم بغداد بلائیے گئے، اور بے شمار کتابوں کے عربی ترجمے ہوئے، امہا بھارت کے قیض، اسول شاستر (حکمت)، فلسفہ، نجوم، ہیئت، جوتش، جغرافیہ، موسیقی، کیمیا، منتر، جادو، انسانی، کہانی اور اخلاق و حکمت وغیرہ کے عربی ترجمے کئے گئے، بہت سے اہل سنسکرت کتابوں کے نسخے تیار ہوئے،

اس موقع پر بنارس کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ایوروپک (علم طب) کی ابتدا بنارس ہی سے ہوئی، اور ہنود اپنے عقیدے کے مطابق اس علم کو الہامی ہوتے ہیں، اس کی تاریخ پر یہ کچھ لکھا ہوا ہے کہ بہم سنگھ بنائی اور ان سے دکھش پر جاتی نے اس علم کو سیکھا، اور دکھش سنگھ بنائی، اور پھر ان سے ادتی کے جوڑے بنوں (ادتی کارنوں) نے یہ علم سیکھا، چنانچہ وہ دونوں اس علم میں ایسے لائق و فائق ہو گئے کہ وہ دونوں ریاضی، جیوگیا، فاقے، شے، پھر انھوں نے مہاراج اندر کو یہ علم سکھایا، اور ان کے زمانے میں اس علم کو برہمنروپ حاصل ہوا، لیکن جب کچھ مدت کے بعد اس علم کو زوال آگیا تو بہت سے رشی سہاسر پر پراگ کو آئے ہوئے، آخر انھوں نے باہم مشورہ کر کے بھار مدان رشی سے یہ خواہش کی کہ وہ ہمارا جیاد سے علم سیکھ کر اس کا سپہا کریں، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا، اور مہاراج اندر سے ایوروپک علم سیکھ کر سب رشیوں کو سکھایا،

آریوں کے سان کے مطابق موجودہ مصر قدیم آریوں ہی کی آبادی ہے اور  
منترک دیوتا جہیل شگفتہ سی (سیاہ کھنی والا) نے ملک مصر میں نیل منتر کی ایک  
مختص علم جو قدیم ہندوں کو معلوم تھا تعلیم دی،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۳۲۰ سال قبل چرک فاضل منی دشنہ کا  
بیٹا ایک نہایت مشہور و اعلیٰ ترین ہندو طبیب ہوا ہے، جو بنارس ہی کا رہنے والا  
تھا، ہندو اس کو سریش یعنی ہزار سردار کے سر پر دیوتا دسانپ دیوتا کا جو کہ تمام علوم  
خصوصاً علم ویدک کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے، اقرار سمجھتے ہیں،  
ہمارے راجہ اندر کے شاگردوں کے بعد جب اس علم کو روال ہوا تو ہارشی چرک  
نے راجہ اندر کے شاگردوں کی طبی تفصیلات کو مطالعہ کر کے چرک سے سگفتہ نام کی ایک  
کتاب بنائی، جو اس علم کی نہایت مستند اور قدیم کتاب مانی جاتی ہے،

چرک کے بعد بنارس کے ہمارے راجہ دیو داس یاد منی و منتری حضرت عیسیٰ  
سے تقریباً گئی سو برس پہلے ہوئے، جن کے بہت سے شاگرد ہوئے، جن میں سے  
سشرت (دل لگا کر سننے والا)، ان کا شاگرد رشید ہوا، اور اس نے سشرت  
سگفتہ کے نام سے علم وید پر ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی تھی، جس کا ترجمہ بعد ازاں  
سے خلیفہ ہارون رشید نے عربی میں کرایا، اور اسی زمانے میں چرک سے سگفتہ کا  
بھی عربی میں ترجمہ ہوا، پانچ منتر کا بھی اسی دور میں ترجمہ ہوا، جو اب کلیہ دین کے نام  
سے شائع ہوئی ہے،



اور اسی زمانے میں سید مسعود غازی کے رفیق کار ملک فیصل علوی بنارس  
اور اس کے گرد نواح میں تبلیغی کاموں میں مصروف تھے،

مسلمانوں کا یہ تبلیغی اجتماع بنارس میں قیام پذیر ہوا، اور بنارس میں پہلی  
مرتبہ یہ مسلم آبادی قائم ہو گئی، اور بنارس شمالی ہندوستان کا سب سے زیادہ  
نمایاں اور ممتاز علاقہ تھا جو اسلام کے زیر سایہ آگیا، اور بالآخر حضرت اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی پوری ہو کر رہی جو مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۳۱ اور  
نسائی طبع مصر ج ۲ میں آئی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال وعدنا ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعدہ فرمایا

غزوۃ الهند، (بالفائزہ مصفی) کہ مسلمان ہندوستان میں غزوہ کریں گے

حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ اس میں جو مسلمان مارے جائیں گے وہ تمام

شہیدوں سے افضل ہوں گے، امام احمد حنفیوں نے حدیث مذکور اپنی کتاب میں وصح کی

سہ ماہ کی وفات ۱۲۸۸ھ میں ہوئی ہے، یعنی حدیث مذکور کعبہ کتاب ہونے کے ۵۲

سال کے بعد اور امام نسائی کی وفات ۳۸۸ھ میں واقع ہوئی، یعنی اشاعت حدیث

کے ۹۰ برس کے بعد یہ پیشین گوئی ۱۲۸۸ھ میں پوری ہوئی، اسی سن میں سلطان

محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا، اور جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس حملہ

کے معاملہ بعد بنارس تک کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آگیا،

غزنی کی اس حکومت میں ترک امیروں کی رائے کو اتنا دخل تھا کہ اس حکومت  
کو فتح کرنا ہی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے،

سلطان ناصر الدین کے بعد سبکتگین کے بعد وہ مودنی یا خاندانی ضرور بن گئی، سلطان محمود کی جانشینی کا جھگڑا اس کے فرزندوں میں برپا ہوا، اور بالآخر مسعود کے حق میں فیصلہ ہوا، یہ بادشاہ زیادہ تر شمالی ہندوستان کی ہمسایہ حکومتوں سے الجھا رہا تھا، اس کے عہد حکومت ۱۲۳۱ء تا ۱۲۳۲ء میں ہندوستان میں دو بڑے حملے ہوئے، پہلا حملہ سپہ سالار احمد نیا سنگین کی یلغار تھی، جس میں وہ دریائے گنگا کے کنارے کنارے بنارس تک بڑھا، اور ۱۲۳۱ء مطابق ۱۲۳۲ء میں اس دولت مند شہر کو لوٹ کر واپس ہوا، اس

حملہ کے مطابق ۱۲۳۱ء بمقامی میں احمد نیا سنگین مسعود دوم کنگرہ کی تعمیر کے حملہ کے بعد بنارس میں مسلمانوں کی نو آبادیاں قائم ہوئیں، اور اسی سن میں مسجد دوم کنگرہ خواب عوام میں ڈھائی کنگرہ کے نام سے موسوم ہے تعمیر ہوئی، تاریخی نام "مسجد دوم کنگرہ" ہے، جس سے تعمیر کا سال ۱۲۳۱ء نکلتا ہے، آج بھی یہ مسجد اپنی پوری عظمت و جلال کے ساتھ قائم ہے، اور شہر کی بڑی ممتاز اور سنگین عمارت ہے،

مسجد میں داخل ہونے کیلئے ایک سنگین دروازہ موجود ہے، جو کہ محراب نما ہے، جس پر کلمہ کھدایا ہے، مسجد کی اندرونی محراب میں بھی آیتیں کھدی ہوئی ہیں، مسجد کی بیرونی دیوار میں ایک کتبہ تھا جواب ضائع ہو چکا ہے،

اس زمانے میں دہلی کے مہاراجہ پرشوراج سے جو توہم خاندان کا آخری راجہ تھا اس کے چار لاد بھائی راجہ جے چند سے نفاق پیدا ہوا، راجہ جے چند نے اپنی مدد کیلئے سلطان محمود غزنوی کو بلایا جس کے نتیجے میں تھانمیر کا میدان کا راز گرم ہوا، پرشوراج مارا گیا،

اور سلطان محمود غزنوی دہلی پر قبضہ کر کے دوسرے سال پھر راجہ جے چند کی سلطنت پر بھی قابض ہو گیا اور بنارس تک فوج کشی کرتا ہوا شمالی ہند کے مالک فتح کرنے کے بعد واپس ہوا، اور اپنے غلام شاہ قطب الدین ایبک کو ۱۱۹۲ء میں دار السلطنت دہلی کا تخت نشین بنایا، اس زمانے میں ۱۱۵۳ء تک غلامان تعلق چلمی، سید، اودھی وغیرہ خاندانوں کے سلطان سلطنت پر قابض رہے،

سارناٹھ کی زمین سے جو کتبے برآمد ہوئے ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۱۲۶ء میں بنارس کا تعلق کچھ دنوں تک راجہ مہیال سے تھا مگر اس کی لائیت معلوم نہ ہو سکی، دوسرے کتبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۱۴۳ء سے ۱۱۵۶ء تک بنارس قنوج کے راجاؤں کی سلطنت میں داخل تھا، مہاراج گوہند چندر کے بعد جے چندر پھر جے چندر حکمران رہا، ۱۱۹۱ء میں شاہ شہاب الدین غوری راجہ جے چندر والی قنوج کو شکست دیکر قنوج و بنارس پر قابض ہوا، اس کے بعد غزنی روانہ ہوا، اور اپنے مملوک و گوندز ہندوستان قطب الدین ایبک کو ہدایت کر گیا کہ وقتاً فوقتاً ہندوستان میں جہاد کرتا رہے، چنانچہ اس ہدایت کے مطابق قطب الدین ایبک نے اکثر مملکت پر بغیر جہاد فوج کشی کی اور کامیاب ہوا، راجہ جے چندر والی بنارس کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔

یہ راجہ ہندوستان کے دوسرے راجاؤں راجہ جے چندر والی بنارس کے مقابلے میں ایک ممتاز شہرت کا مالک ہے، جس کی حکومت مشرق میں حدود چین تک پھیلی ہوئی تھی، مغرب میں لاہور کے قریب تک اس کی سلطنت کا اثر پہنچا ہوا تھا، قنوج وغیرہ بھی اس کے مفتوحات میں رہے تھے، ان شہروں میں مسلمان محمودی کے زمانہ سے اسلام کی تعمیری شروع ہو گئی تھی، اور مسلمانوں



کی آبادی بھی قائم ہو چکی تھی، راجہ بنارس نے ان مسلمانوں کو بھی اپنی فوج میں شامل کر لیا تھا، اور پوری آن، بان اور شان و شوکت سے بڑی فوج لیکر ۹۵۷ھ میں شہاب الدین غوری کے مقبوضات کی طرف بڑھا، اور دریائے گانگہ پر چودریائے دجلہ کا ہر تہہ ہے، دونوں فریق نے لڑائی کی، سخت خونریزی اور جنگ ہوئی، لشکر اسلام پوری طاقت اور استقلال سے لڑتا رہا، بالآخر فتح نصیب ہوئی، اور مخالفین کا لشکر پامال ہوا،

## راجہ بنار والی بنارس

اس واقعہ کے بعد جبکہ سلطان شہاب الدین غوری غزنی کی طرف مطمئن ہو کر لوٹ چکا تھا اور بنارس سلطان قطب الدین ایک کے ماتحت تھا، راجہ جے چند کی وفات ہوئی، اور اس کے بعد اسکا لڑکا قنوج سے بھاگ کر بنارس آیا اور یہاں گہر دار راجا کی حکومت کی بنیاد ڈالی، اس قوم کا آخری راجہ راجہ بنار ہوا، اس کا دار السلطنت خاص بنارس تھا، گنگا اور برنا کے سنگم پر اس کے قلعہ کے نشانات اب بھی شکستہ حالت میں موجود ہیں، اس راجہ نے بنارس کو بہت ترقی دی، اس بنار پر بعض مورخین موجودہ بنارس کو اسی راجہ سے منسوب کرتے ہیں، مگر یہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ بنارس کی قدامت کے بارے میں گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بتایا گیا ہے،

## سید سالار مسعود غازی کا تبلیغی قافلہ

ابھی بتایا گیا ہے کہ بنارس میں مسجد دوم کنگرو کی تعمیر ہوئی اور اس کے ضمن میں مسلم آبادیاں قائم ہوئیں، اور پھر سلطان محمود غزنوی کے حکم سے ۵۸۸ھ میں امیر

سے کامل بیگی مہم پر گئے،

سالار شاہ پور نے اپنے قندھار اور ٹھٹھہ کی راہ سے اجیر آئے تھے، اور سالار مسعود غازی کی پیدائش یہیں اجیر میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی تھی، یہ سلطان محمود غزنوی کے بھانجہ تھے،

جب محمود غزنوی سوندات کی مشہور مہم میں ہندوستان آیا تو سالار شاہ پور نے بھی اپنے نو عمر لڑکے سالار مسعود کو لیکر اس میں شرکت کی، اس زمانے میں ہندوستان میں صوفیائے کرام اور مبلغین کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کی خدمت انجام پا رہی تھی، سالار مسعود اپنے ماموں کے ہمراہ غزنی ہاجے تھے، لیکن وہاں کے سیاسی حالات ناموافق نظر آئے، اور محمود غزنوی کی زندگی کا آخری دور تھا، سالار مسعود کے اقبال کا آفتاب طلوع ہونے کو تھا، سالار مسعود نے غزنی پایہ تخت میں قیام نامناسب سمجھا، اور دین حق کی خدمت اور اشاعت کا جذبہ پیدا ہوا، اس لئے محمود سے اجازت لیکر نرم تہلستانی نیم فوجی مہم پر ہندوستان سے غزنی روانہ ہو گئے، غزنی سے پہلے اجیر آئے اور اپنے والد سالار شاہ پور سے ملاقات کیے، وہ اپنے ہمراہیوں کیساتھ اپنے مشن پر چل پڑے، چنانچہ مختلف مقامات پر پہنچے، شیوپور، ملتان، ادھم، اجودھن، ادلی، میرٹھ، گدھ، بکیشتر، سنہلی، قنوج، کڑا مانگ پور، بلگرام، سترکو وغیرہ مقامات میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں، مختلف راہبوں نے ان کا مقابلہ بھی کیا، لیکن یہ فتح یاب ہوتے گئے، اسلامی بستیوں جو کہ پہلے سے قائم تھیں ان کی خبر گیری کی، اور نئے آبادکاروں کو لبایا، اور آگے بڑھتے گئے، یہاں تک کہ ہیر رنج پور پہنچ گئے، جہاں تک وہ خود نہ پہنچ سکے وہاں اپنے سپہ سالار اور نمائندے بھیجے،

## سید سالار ملک افضل علوی !

تقریباً ۱۸۰ سالہ عرصہ مطابق مسکنہ میں سید سالار مسعود غازی (غازی مہار) نے اپنے سید سالار ملک افضل علوی کو بنارس اور اس کے نواح میں اسی تبلیغ و اشاعت کی ہمہ پر عیشیہ : ملک افضل علوی کے ہمراہ بہت سے لشکری آئے، جو بنارس میں شہید ہوئے، مرتب گنج ارشدی مسعود غازی کے حالات میں لکھتے ہیں،

ملک افضل علوی زابرف بنارس و ملک افضل علوی کو بنارس اور اس کے نواحی اسی درخت نمودند و آغا پر درجہ نواح میں تبلیغ کیلئے بھیجا، اس مقام پر بدرجہ شہادت رسیدند، مغابر آہند وہ لوگ شہادت کے درجہ پر پہنچے، آغا مشہور اند۔ جس ۱۰۹۲۔ ان شہیدوں کی قبریں اب تک موجود دفنی نسو خانقاہ رشیدیہ جون پور ہیں، اور اس مقام پر مشہور ہیں،

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ لوگ راجہ بنار والی بنارس (جس کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے) کے مقابلے میں بنارس آئے، اور یہیں لڑ کر شہید ہوئے، جیسا کہ مرتب تاریخ صنم کدہ بنارس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، راجہ بنار کا قلعہ گنٹا اور برنا کے سنگم پر آج بھی موجود ہے، اور آثار بھی یہی بتلاتے ہیں کہ میدان کارزار وہیں گرم ہوا، شہدار کے مزارا کی بھی کثرت ہو، مسیحی گنج شہیدان اس ضمن میں مسیحی گنج شہیدان بھی تعمیر ہوئی، اس کے سال

تعمیر کاواب تک پتہ نہیں چلا، لیکن یہ تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ اسی دور میں تعمیر ہوئی، یہ بھی کتنی عجیب سی بات ہے کہ یہ مسجد امتداد زمانہ سے کھنڈرات کی تہ میں دب گئی تھی اور آج سے تقریباً ایک سو پچاس سال قبل جب انگریزی دور حکومت

میں کاشی اسٹیشن کی تعمیر پوری تھی، تو یہ عالیشان مسجد کھنڈرات کی تہ سے برآمد ہوئی،  
 اور لوگوں نے گنج شہیدان کے نام سے موسوم کیا، اس لیے کہ یہاں کثرت سے شہیدوں کی قبریں  
 مسجد گنج شہیدان کے پورب میں ایک حوض ہے۔ اس کے اوپر دیواریں گولائی نما ایک کتبہ  
 لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

..... ہر کھنڈ و ہر دہائیں بایں  
 جو نیا خون دیتا ہے وہ اس پتھر کی  
 سنگ لنگندہ..... غلط مسجد قلنبی  
 چٹائی توڑتا ہے..... مسجد قلنبی

اس کتبہ سے ظاہر ہے مطلب لگتا ہے کہ میدان کا رزار یہیں گرم ہوا، اور اس واقعہ  
 کی یادگار میں یہ کتبہ مسجد قلنبی نے لگایا،

مسجد قلنبی کے متعلق بہت دریافت کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اب تک  
 پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون تھے، لیکن قرآن پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ملک افضل  
 علوی کے لشکریوں میں تھے، اس کے علاوہ کوئی بات نہیں بنتی،

ملک افضل علوی کے ہمراہ بہت سے لوگ بنارس آئے، اور ان میں جو لوگ شہید  
 ہوئے ان کے مزارات آج بھی موجود ہیں، اور اکثر محلے جن میں ان کے مزارات ہیں،  
 ان شہیدوں کے نام سے ہیں، سالار پورہ میں ملک افضل علوی کا مزار ہے، جو سید سالار  
 مسعود غازی کے نام سے موسوم ہے، اور علوی پورہ ملک افضل علوی کے نام سے موسوم ہے،  
 سر دست جتنے شہیدوں کے نام معلوم ہو سکے، ان کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے،

**ملک افضل علوی** امیر سالار مسعود غازی نے ان کو اپنا امیر بنا کر بنارس بھیجا، سالار

پورہ میں آپ کا مزار علوی شہید کے نام سے ہے،  
**ملک سراج الدین قلنبی** یہ بھی لشکریوں کے ہمراہ آئے تھے، محلہ اورنگ آباد

میں خالگیر کی تعمیر کردہ پختہ سرائے کے قریب ہی ملک سراج الدین قلیجی کے نام سے قبر مشہور ہے،  
**ملک محمد باقر** آپ کے نام سے علوی شہید واقع سالار کے مزار کے متصل ہی  
 ایک محلہ باقر نڈر جس کو بکریا لگندیتے ہیں (موجود ہے، وہیں تالاب بھی ہے جس کو بکریا لگند  
 کہتے ہیں تالاب کے کنارے کچھ طرف بلند ٹیلے پر شاہ قطب علی اور شاہ صابر علی کے  
 قبر دار مقبرے بنے ہوئے ہیں، ان کے متصل ہی ایک طرف آپ کا مزار ہے جو باقر شہید  
 کے نام سے مشہور ہے، آپ بڑے مقدس اور جامع کمالات باطنی و ظاہری تھے، اسید  
 سالار مسعود غازی آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے، اور آپ کی نسبت مشہور ہے کہ  
 راجہ بنار کا قلیہ آپ ہی کی دعاؤں سے فتح ہوا تھا، جیسا کہ تاریخ ختم کدہ بنارس کے  
 بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے،

**ملک سید فخر الدین علوی:** آپ کا مزار سالار پورہ کے ایک احاطہ کے

اندر ہے اور مشہور ہے، اور زیارت گاہ خالق ہے، احاطہ کے اندر بہت سی قبریں ہیں  
 احاطہ مزار، لگند، دروازہ اور دہلیز کی مرمت و تعمیر آج سے ۶۰ سال قبل ضیاء الدین  
 احمد حاکم بنارس نے ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں کرائی، جو سلطان فیروز شاہ دہلی  
 کے وقت میں بنارس کے حاکم تھے، احاطہ مزار کے اندر داخل ہونے کے لئے ایک  
 دروازہ ازینہ، اور دہلیز ہے، اور اس کی بیرونی دیوار پر کوئی رسم الخط میں یہ کتبہ لگا ہوا ہے

(۱) بناء گنبد دوہلیز روضۃ سید بھقہ دولت فیروز شاہ اعظم بود

(۲) گن نشہ دھشتاد و احمہ کدہ عقل ضیاء الدین بنا فیروز

سید فخر الدین شہید علوی کے روضہ کی دہلیز اور گنبد کی تعمیر فیروز شاہ اعظم  
 کے دور حکومت میں ہوئی ۱۳۴۵ سال ہجرت کو گذر چکے کہ ضیاء الدین نے اس کو تعمیر کرایا،

۵۔ میران ناصر۔ یہ لشکر کے کوئٹال تھے، اور سالار پورہ کے قریب ہی مزار ہے، جو عوام میں منانا صر کے نام سے مشہور ہے، اسی نام سے محلہ منانا صر بھی مشہور ہے، مزار کے سر جانے ایک پتھر بھی نصب ہے، اور اس پر کچھ عبارت تحریر ہے، لیکن اب مٹ گئی ہے۔  
۶۔ پٹو کوٹ شہید۔ اصلی نام معلوم نہیں یا ممکن ہے کہ کسی اصلی نام ہو، محلہ تلونچن میں بجاگو بھوٹن پریس کے پیچھے آپ کا مزار ہے، مزار کی عمارت کی چھت ایک ہا ستون پر ہے، لوگوں نے اب اس مزار کو عورت کو مسجد کی حیثیت دے رکھی ہے، اور اس کو یک کعبہ مسجد کہتے ہیں،

اس مزار کی عمارت میں مینا والدین حاکم بنار میں کئے بیٹے نے بنوائی، اور اس پر ایک کتبہ بھی نصب کرایا، لیکن اب یہ کتبہ عمارت سے علاحدہ ایک جوڑے پر نصب ہے، اور کوئی رسم الخط میں قطع تاریخ درج ہے، افسوس کہ اب یہ کتبہ بھی مٹ چکا ہے، بروہی وقتوں کے بعد فلولوں کا حل کر کے پڑھا جاسکا، عبارت یہ ہے:  
بعد دولت فیروز شاہ قلعہ کشائے اسانس روضہ شہید میر پائے

بیانہاد علم دین عالم ابن فیاض۔ یہاں معتمد و متقاد و مدد و عون خدا  
یہ نو چند مشہور شہیدوں کے نام ہوئے، لیکن ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور بنارس کے مختلف محلے ان شہیدوں کے نام پر رہے ہوئے ہیں، جیسے میرزا احمد عرف محمد شہید کے نام سے محلہ محمد شہید آباد ہے، اور اسی محلے میں لب متحرک آپ کا مزار مشہور ہے، بار شہید کا مزار اور اسی نام کا محلہ ٹھٹھیری بازار میں ہے، اور چاندنی چوک میں لب متحرک محمد زائد عرف مرد شہید کا مزار ہے، اور محلہ قلعین شہید میں قلعہ الدین شہید کا مزار ہے، صنم کہہ بنارس کے مصنف نے ان تمام شہیدوں کو ملک افضل علوی کے رفقہ اور لشکریوں میں قرار دیا

## نوربا فان بنارس

ملک افضل علوی کے رفقاء اور لشکریوں میں جو لوگ زندہ رہے وہ بنارس ہی میں رہ گئے، اور یہاں انھوں نے رزق حلال جان کر ریشم کے کپڑے بننے کا کام اختیار کیا، چونکہ یہ حضرات اپنی نیکی اور نڈاری، شرافت خاندان کی بنا پر دوسری قوموں سے ممتاز تھے، اس بنا پر ان کو "قومن" اور شیخ کے نام سے شہرت ہوئی، ان کی نسلیں بنارس ہی میں بڑھیں، اور دوسرے اطراف میں بھی منتقل ہوئیں، پھر ان کو "نوربا ف" کہا جانے لگا، جو عرصہ دراز تک رائج تھا، اور اب بھی قدیم شاہی فرامین میں نوربا ف ہی لکھا ہوا موجود ہے۔

علم الانساب کی کتابوں اور ہندوستان کی قدیم تاریخی دستاویزوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "نوربا ف" ایک بڑی تعداد میں بنارس، جون پور، غازی پور، اعظم گڑھ کے علاقوں میں آباد ہو گئے، لیکن یہاں کی دوسری قوموں کے ساتھ اختلاط اور میل جول سے اب خاندانوں کا پتہ نہیں چلتا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ تقریباً نو سو سال سے پارچہ ریشم کے بننے کا سلسلہ یہاں اب تک قائم ہے اور نسلاً بعد نسل ہوتا آیا ہے، اور اب اس کی ایک مستقل تاریخ بن گئی ہے،

ہندوستان بھر کی ہندوستان ہے مسلمانوں کا باقاعدہ وجود تو بھر حال یہاں دوسرے ملکوں ہی سے آنے کے بعد ہوا، تاریخ اور نسب کا جہاں تک تعلق ہے وہ اندھیرے میں ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ جس کے جی میں جو آیا اپنی نسبت

مشہور کر دیا، ان نور بافوں نے اپنی نسبت انصار کی طرح کر لی، حالانکہ اس کی کوئی اصلیت ہی نہیں، اسے الفاظ صرف اور الفاظ ہی پر کہا جاتا ہے، اور موجودہ نور بافوں سے ان کو کوئی تعلق نہیں، اسی طرح ایک جلاہ الفظ جو لاسہ کا ہے، اولاً تو یہ لفظ ہی غلط ہے جس سے کوئی معنی نہیں، دوسرے یہ کہ اگر اصل لفظ پر غور کیا جائے تو وہ جولاہ ہے، جو فارسی کا لفظ ہے، اور اس کے معنی پانچہ باف کے ہیں، مولانا دوم نے فرمایا:

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست  
 این نہ بدین است بلکہ جولاہ کاغذ است  
 ممکن ہے کہ یہ جولاہ بلکہ لکڑی جولاہ ہو گیا ہو، لیکن اس کا مطلب تو یہ نکلا کہ ہر پانچہ باف جولاہ ہوگا، اصل شرافت خاندانی شرافت ہے، پیسے تو کوئی بھی معیوب نہیں، اگر انصاری سے نسبت حضرت ابوالیوب انصاری کی طرف ہے کہ وہ بھی پانچہ باف تھے، یہ غلط ہے،

## غزنوی دور حکومت کا خاتمہ اور غوری سلطنت کی ابتدا

غوری سلطنت سے ہندوستان کی تاریخ کا ایک اہم باب شروع ہوتا ہے جس کی بنیاد غزنوی سلطنت کے گھنڈہ پر قائم ہوئی ہے، غوری سلطنت کا بانی سلطان شہاب الدین غوری پہلے غزنی کی فتح کے بعد وہاں کا صوبہ دار مقرر ہوا، غیاث الدین کی وفات کے بعد پوری سلطنت کا مالک بنا، وہ محمود غزنوی کا چالیسواں تھا، سلطان قطب الدین ایک اسی شہاب الدین غوری کا نامور ترک سپہ سالار



تھا، وہ ہندوستان میں اسلامی مساوات و اخوت کا ایک روشن خیانتھا، اگرچہ غلام ترک تھا، لیکن غلاموں کی صف سے نکل کر سلاطین کے تخت پر بیٹھا، اس کے بعد غلام درغلام دہلی کی سلطنت پر بیٹھ گئے، قطب الدین پہلی مرتبہ ترکستان سے نیشاپور لایا گیا تھا، اور ایک سوداگر نے اس کو سلطان شہاب الدین غوری کے دربار میں گراں قیمت پر فروخت کیا تھا، اور یہیں اپنی ٹوٹی ہوئی کف الٹکی کی دھڑ سے ایک سے مخاطب کیا گیا،

سلطان شہاب الدین غوری نے قنوج کی لڑائی کے بعد قطب الدین ایک کے ہاتھ میں ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور دیدی، راجہ جے چند کی آنکھ میں جپ تیر لگا اور اس لڑائی میں قطب الدین ایک کی راہ روکنے والا کوئی ہو نہ تھا، اس نے بنارس تک قبضہ کر لیا تھا، اور بے شمار دولتیں اکٹھا کر لی تھیں۔

## سید جمال الدین صوبہ دار بنارس

۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۴ء میں شہاب الدین محمد غوری نے راجہ جے چند والی قنوج کو شکست دے کر بنارس پر قبضہ کیا، اور سید جمال الدین کو صوبہ بنارس کا صوبہ دار مقرر کیا،

محمد جمال الدین پورہ جو علوی پورہ ہی کا ایک حصہ ہے، ان کے نام سے موسوم ہے، اور اسی محلہ میں ان کا مقبرہ بھی ہے، جو عوام میں شاہی مزار کے نام سے مشہور ہے،

اس عہد حکومت میں بنارس کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں ہے،  
 شہاب الدین غوری کے نائب سلطنت سلطان قطب الدین ایبک تھے جیسا کہ  
 پہلے بیان کیا ہے، سلطان شہاب الدین غوری کی اچانک شہادت کا واقعہ  
 پیش آیا جس کا سبب آج تک مورخین پر واضح نہ ہو سکا،

### سید عبدالرزاق حاکم بنارس

۱۲۰۲ھ مطابق ۱۲۱۰ء میں سلطان قطب الدین ایبک کی تخت نشینی  
 کے زمانہ میں سید عبدالرزاق بنارس کے گورنر تھے، عمر کی آخری منزلوں میں  
 دنیا سے قطع تعلق کر کے درویشی اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی، بنارس میں دریائے گنگا  
 کے کنارے ان کا مقبرہ بڑی بلندی پر واقع ہے، اور بڑی پرفضا جگہ ہے، جو عوام  
 میں شاہ عبدالرزاق کے نام سے موسوم ہے، ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۲۲۴ء میں سلطان  
 قطب الدین ایبک مبارک خلجی کے عہد میں یہ مسجد تعمیر ہوئی، مسجد کے باہر دیوار  
 پر ایک کتبہ کوئی رسم الخط میں تحریر ہے، جو کچھ ٹوٹ گیا ہے، عبارت یہ ہے:  
 مبارک شاہ سلطان ابن سلطانی بعد شاہ قطب الدین بودہ

بسال مقصد و ہرزہ نہ ہجرت

پہلے یہ مسجد لب دریا تھی اور بہت کشادہ تھی، لیکن منہدم ہو گئی، اور اب صرف  
 زمین، دروازہ، اور محراب کا نشان باقی رہ گیا ہے، موجودہ مسجد ۱۲۴۸ھ مطابق  
 ۱۸۳۵ء میں ایک شخص نے از سر نو تعمیر کرائی، اور محراب میں یہ کتبہ نصب کیا:

جینن چونکہ اس مسجد بنا کر دیا  
 متاع دین دایاں یافتہ مفت  
 سروشے سال وے از روئے انشا  
 عبادت خانہ دیں آمدہ گفت

۱۲۴۸ھ

## محمد باقر خاں حاکم بنارس

سلطان قطب الدین ایک ہی کے زمانے میں سید عبدالعزیز رحلت کر چکے  
 تھے، اور ان کے بعد محمد باقر خاں بنارس کے حاکم مقرر ہوئے، اور محمد باقر آباد ان کے  
 نام سے آباد ہوا، جو آج بھی موجود ہے، تاریخ صنم کہہ بنارس سے معلوم ہوتا ہے کہ رور  
 کی ایک مشہور قسم باقر خاں بھی ان ہی کے نام سے مشہور ہے،

## سلطان شمس الدین التمش کا دور حکومت اور بنارس

سلطان قطب الدین ایک کا ایک نے پالک بیٹا آرام شاہ تختہ مطاب  
 ۱۲۱۱ء میں ایک کا جانشین ہوا، اور دار السلطنت کے فوجی افسروں نے ایک  
 کی وفات کے بعد اس کی بادشاہی کا اعلان لاہور میں کیا، مگر قسمت اس منہ  
 کیلئے ایک دوسرے نوجوان کو منتخب کر چکی تھی، دلی کے فوجی افسروں نے  
 کو مدعو کر کے تخت پر بیٹھایا، آرام شاہ نے ۱۲۱۱ء مطابق ۱۲۱۱ء میں دلی پر  
 فوج کشی کی، مگر وہ لڑائی میں مارا گیا،

التمش نے اپنے دور حکومت کے بہت سے حریف اور مخالفین پر نظر ڈالی، اور ان کا قلع قمع کرنے کے لئے حکمت عملی سے کام لیا، اور بالآخر اپنے دور حکومت میں مغرب کی شوالک پہاڑی سے مشرق میں بنارس تک قبضہ کر لیا، اور ان کے انتظام میں مصروف ہوا،

## حاجی محمد ادریس حاکم بنارس

اب جبکہ سلطان قطب الدین ایک کی حکومت کا تختہ ہی پلٹ گیا، اور سلطان شمس الدین التمش کی حکومت کا سکہ چل رہا تھا اس وقت بنارس کو صوبہ بنارس کا دارالسلطنت مقرر کیا، التمش نے بنارس کا حاکم کس کو بنایا؟ یہ پتہ نہیں لیکن اس کے بعد سلطان غیاث الدین بلبن نے ۷۹۴ھ بمطابق ۱۳۹۱ء میں حاجی محمد ادریس کو بنارس کا صوبہ دار بنایا،

## اس دور حکومت کے چند اہم واقعات

(۱) حاجی محمد ادریس ایک زندہ دل اور علم دوست آدمی تھے، اور سیر سیمت کا بھی بہت زیادہ شوق تھا جس زمانے میں فریضہ حج ادا کرنے کے لئے حرمین شریفین سے سفر کیا، اسی زمانے میں بغرض سیاحت شیراز گئے، وہاں شیخ سعدی شیرازی سے ملے اور وہ تھے حاجی صاحب نے شیخ سعدی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا،

اور ان کی تعاقب گلستان، بوستان وغیرہ کی نقل نے کنہارس آئے، اور  
 یہیں ان کتابوں کے پڑھنے اور پڑھانے کا رواج دیا، اور یہ شرف بھی صرف  
 بنارس کو حاصل ہوا کہ بنارس کے اس علم دوست حاکم کی بدولت ہندوستان کے  
 تمام مدرسوں میں یہ کتابیں داخل نصاب ہو گئیں اور پڑھنے اور پڑھانے کا رواج عام ہو گیا  
 ہو گیا، گلستان کا یہ قدیم نسخہ سید مہدی حسن صاحب تحصیلدار بنارس نے تقریباً  
 ۶۰ سال کے بعد ۱۸۴۵ء مطابق ۱۲۶۵ھ میں نواب علی خاں خاں بہادر ج  
 سابق بنارس کے قلمی کتب خانے میں ان کے نواسے نواب عنایت حسین خاں  
 کے ذریعہ سے دیکھا تھا، جو نہایت پارینہ اور کرم خوردہ ہو گئی تھی، نواب صاحب بہت  
 ہی کتابوں کے مصنف تھے، ان کا تذکرہ انگریزوں کے دور حکومت میں اس  
 کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیے،

(۲) حاجی محمد ادریس کے نام سے معجوری پارک میں بھارگو بھوشن پریس کے  
 چھ ایک محلہ حاجی درس کے نام سے مشہور ہے، جہاں مسلمانوں کی خاص آبادی  
 تھی لیکن اب نہیں ہے، وہاں کی مسجدیں اور قبریں ہیں جو اسی دور کی ہیں۔

(۳) حاجی محمد ادریس نے بنارس میں رفہ عام کے کام بھی کئے ہیں، ان میں  
 اہم یہ ہے کہ ایک پختہ سنگین کنواں تعمیر کیا جو محلہ قراق پورہ مشعل مزار حضرت  
 میر آفرین دارق ہے، وہیں ایک احاطہ کے اندر حاجی صاحب کا مقبرہ ہے جس کے  
 ب سڑک کنواں ہے، اور اس کنویں کے ہر چار جانب سے درمی آپ کی یادگار  
 ہے انکوں دو منزلہ ہے، سہ درمی کے بیرونی جانب کلمہ طیبہ اور آیتہ الکرسی کندہ  
 ہے اندرینوں دونوں پر یہ کتبے لگے ہوئے ہیں،

۱۔ فرحت افزا بود جانش منقرش طور دول نشیں خواہ

۲۔ ایں نذا گفت دلف بند باغ و رواق و چاشیں زیبا

۳۔ کوثری بند شدہ بند باغ غیب گفت ساقی مشکل کشا

یہ کتب اتنے مٹے ہوئے ہیں کہ بڑے نفیس اور قابل کے بعد پڑھے جاسکے اور جو الفاظ نہیں پڑھے جاسکے ان پر چوبلا لگایا گیا ہے، تاریخ تعمیر ۱۱۸۶ھ ہے، حالانکہ حاجی محمد ادریس کی مدت حکومت ۱۱۹۹ھ تک ختم ہو چکی تھی، معلوم ہوتا ہے کہ مدت حکومت ختم ہونے کے بعد انھوں نے تعمیر کرایا،

(د) گلستاں، بوستاں کے قلعی نچوں کے آنے کے بعد بنارس میں دہلی کی مرکزی حکومت کی جانب سے سلطان غیاث الدین بلبن نے مدرسے تعمیر کرائے، اور دوسرے شہروں میں بھی اسلامی درسگاہوں کا قیام ہوا، اور ہندوستان کے حکمرانوں میں یہی غیاث الدین بلبن وہ بلند حوصلہ بادشاہ گذرا ہے جس کے دور حکومت میں مکہ معظمہ تک مدرسوں کے قیام کا سلسلہ رہا، اور یہ ہندوستان کا پہلا بادشاہ ہے جس کے نام سے مکہ معظمہ کا ایک مدرسہ منسوب ہوا، اور مکہ میں مدرسہ قائم کرنے کے لئے شریف مکہ کے پاس درخواست روانہ کیا، غیاث الدین بلبن نے چار مدرسے اور بھی قائم کئے، ان مدرسوں کا تفصیلی تذکرہ اعلام و شفا، الخرام تاریخ مکہ میں موجود ہے،

## عزیز الدین حاکم بنارس

۱۱۹۹ھ مطابق ۱۲۹۲ھ میں سلطان علاؤ الدین خلجی نے بنارس کا حاکم عزیز الدین



کی تھی، جس کی یہ خصوصیت بیان کی جاتی ہے کہ:  
 "یخرج فی ساجۃ منها صوت عجیب یترجم لہذا البیت"  
 اس گھڑی سے ہر گھنٹہ ایک آواز پیدا ہوتی ہے، اور لغت کے ساتھ یہ شعر سنائی دیتا ہے،  
 ہر ساعت کہ سردر شاہ فاس میں زبند

بقصران مرقع شود آب یادمی دہند  
 بادشاہ کے دروازے پر ہر گھنٹہ گھڑیاں بجاتے ہیں اور یاد دلاتے ہیں کہ حکمران کا احکم بنایا  
 یہ گھڑی کیا تھی گو گراموفون کا کام دیتی تھی،

جلال الدین احمد حاکم بنارس خاندان اہلی کے زمانے میں بہت سے  
 ہندوستان کے صوبے خود مختار ہو گئے

آگے چل کر یہ خاندان ہی ختم ہو گیا اور خاندان تغلق کی حکمرانی شروع ہوئی جس کا پہلا  
 بادشاہ غیاث الدین تغلق تھا جس نے اپنے زمانے میں جلال الدین احمد کو بنارس کا حاکم بنایا  
 محمد جمال الدین پورہ (جلالی پورہ) اسی کے نام سے مشہور ہے،

ضیاء الدین احمد حاکم بنارس غیاث الدین تغلق کے بعد محمد تغلق  
 اسکی جگہ لی، جو قرآن کا حافظ تھا

اور عربی و فارسی میں بہت اعلیٰ خطوط لکھتا تھا پھر اسکی وفات کے بعد امراتہ غیاث الدین  
 تغلق کے بیٹے فیروز تغلق کو مقرر کیا جو ۱۳۱۷ء سے ۱۳۲۷ء تک بادشاہ تھا اور  
 اس نے ضیاء الدین احمد کو بنارس کا حاکم مقرر کیا، جو ایک دیندار حاکم تھے، اور

بنارس میں بہت سے رقاہ عام کے کام کئے، اور شہر کی بہت سی تہذیبی عمارتیں  
 لنگر خانہ علوی پورہ میں باقر کنڈ کے کنارے حضرت شاہ صابر علی صاحب کی  
 قالقاہ اور مقبرہ سے متصل ایک لنگر خانہ تعمیر کرایا جو آج بھی موجود ہے،



**مقبرہ حضرت فخر الدین شہید علوی** ضیاء الدین نے محلہ بالا رپورہ میں حضرت  
فخر الدین شہید علوی کا مقبرہ تعمیر کرایا، اور اس کے ملحق ایک مسجد، گنبد، برآمدہ  
اعلاہ اور دالان کی تعمیر کرائی، جس کو اب ۶۰۰ سال گزر رہے ہیں،  
**مسجد حجاز و شاہ** یہ مسجد اب حجاز و شاہ کی مسجد کے نام سے عوام میں  
مشہور ہے، اور تالاب کے کنارے بڑی پر فضا جگہ پر واقع ہے، پوری عمارت  
سنگین ہے، اور مسجد کا طرز تعمیر فیروز شاہی تعمیرات کا نمونہ ہے، اس کے اندر چھت  
پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے،

### بسم الله الرحمن الرحيم

از عون غنایات ربانی و تائید ظل بیروانی مسجد و مینر و حوزہ زبان حوض موط  
مقام متبرکہ فخر الدین شہید علوی طاب اللہ ثراه و جعل اللہ الجنۃ مثواه  
بعد سلطان اعظم ..... بتائید الرحمن ابو الفخر فیروز شاہ خلیفہ اللہ  
ملککھ، عمارت مندرہ مسکن ضیاء الدین احمد

حق تعالیٰ مندرہ خود را عاقبت بخیر گرداند، بحق محمد و آلہ و اصحابہ من غرقہ  
ربیع الاول ۷۷۷ھ سب و سبعین مائتہ من العروج

جو حکمران کی مسجد اس نامور حاکم نے یہ مسجد بھی تعمیر کرائی، اور اس کے علاوہ اور کئی مسجدوں  
کی تعمیر میں ہاتھ لگایا، لیکن زندگی نے وفانہ کی، اور نامکمل رہ گئیں، اس طرح کی اور  
کئی مسجدوں کا سراغ لگتا ہے، جن میں سے دو ذیل کی مسجدیں قابل ذکر ہیں،  
**راج مندر کی مسجد** ضیاء الدین حاکم بنارس کے دور حکومت کے بعد فیروز شاہ سی  
کے دور حکومت میں حسین بن قنبر حسینی نے ایک خاتون کی یادگار میں یہ مسجد تعمیر  
کرائی، اجولہ دریا بلندی پر واقع ہے، عمارت بہت مضبوط اور سنگین ہے، ۷۷۷ھ

میں تعمیر ہوئی مسجد کے اندر پوری دیواریں دروازے کے اوپر یہ کتبہ لگا ہوا ہے  
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از حون عنایات الہی و تائید فضل و تقاضای بچہ سلطان اعظم فیروز شاہ  
 خلد ملکہ سلطان مسجد تعمیر نمود و عملت بندہ مسکین حسین شریف حسینی است  
 امید از پروردگار است کہ بندہ بندہ حاصل گردد و در جریہ احوال

اسیر خاتون ملک نصیر الدین ملحق گردد

العاش من جمادی الاول سنہ خمس و ستین و صبح ماہ

شکر تالاب کی مسجد یہ مسجد بھی سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد میں قیام الدین  
 حاکم بنارس نے تعمیر کرائی، لیکن بعض حصے منہدم ہو جانے کے بعد دوسرے تعمیر ہوئے،  
 یہ شکر تالاب کا نام بھی ایک مستقل وجہ تسمیہ رکھتا ہے، اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ  
 رائے سدھن والی جاج نگر باغی ہو گیا تھا، سلطان فیروز شاہ جاج نگر آئے، رائے  
 سدھن خوف سے بھاگا، اس کی ایک لڑکی جو جس کا نام شکر تھا، فیروز شاہ نے اپنی  
 حفاظت میں رکھا، اور جہاں رائے سدھن کا مکان تھا اس کو منہدم کرادیا اور اس  
 جگہ ایک تالاب بنوایا، جو لڑکی کے نام سے شکر تالاب مشہور ہے، اب تو صرف نام باقی  
 رہ گیا ہے، تاریخ ضمیمہ کدہ بنارس سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے

شکر تالاب میں اکثر بزرگان دین کی قبریں ہیں، خصوصاً حضرت شاہ نرائی  
 کا مقبرہ مشہور ہے، جن کی نسبت یہ مشہور ہے کہ جہاں نگیرا و شاہ کے وقت میں  
 یہاں وارد ہوئے تھے، لیکن ان کے حالات کہیں مل نہ سکے، خاکسار نصف کے  
 پردادا شیخ امام الدین کی قبر بھی وہیں ہے

## بنارس خواجہ جہاں ملک الشرق کے عہد میں

- فیروز شاہ دہلی کی وفات کے بعد اس کے پوتے غیاث الدین پھر دوسرے پوتے سلطان ابوبکر پھر سلطان ناصر الدین شاہ پھر سلطان سکندر شاہ پھر محمود شاہ دہلی کی مرکزی سلطنت پر قابض رہے، اور ان سب بادشاہوں کے عہد حکومت میں بھی قیاد الدین احمد ہی حاکم بنارس رہے، لیکن اس خاندان کے آخری تاجدار محمود شاہ کے زمانے میں اچانک امیر تیمور صاحب قراں دل بادل فوجوں کے ساتھ نمودار ہوا، اور دہلی پر حملہ کر کے قابض ہو گیا، اور زمانے ہندوستان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا، اور امیر تیمور صرف مندرہ دن بٹھم کر اپنے ملک سمرقند چلا گیا، اور خواجہ جہاں ملک الشرقی جون پور کے مستقل بادشاہ ہوئے، بنارس بھی اس سلطنت کے زیر حکومت ہو گیا،

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۹۹۶ھ مطابق ۱۳۹۴ء میں شاہ دہلی نے خواجہ جہاں کو جونپور کا صوبہ دار مقرر کیا، لیکن انھوں نے مرکزی حکومت سے سرتابی کر کے جونپور میں خاندان شاہان شرقی کی بنیاد ڈالی، اور اپنے لڑکے مبارک شاہ کو "ملک الشرقی" کا خطاب دے کر انشا بدلا الہام مقرر کیا، قنوج سے لیکر بہار تک تمام صوبے اس کے زیر حکومت ہو گئے، اور اس طرح بنارس جونپور دار الحکومت کے ماتحت ہو گیا، خواجہ جہاں کا انتقال ۸۰۶ھ مطابق ۱۳۹۹ء میں ہوا، خواجہ بازار بنارس میں کچھ بازار انھیں کے نام سے مشہور ہے، صحیح لفظ خواجہ بازار ہے،

## سمرقندی مسلمانوں کا قافلہ بنارس میں

امیر تیمور صاحبقران کے لشکر میں سمرقند اور عراق سے مسلمانوں کے دو بڑے قافلے آئے، اول مسلمان سمرقند جن کو پیران پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے خاص عقیدت تھی، اور یہ لوگ شریف، دیندار، اور باعزت تھے، چونکہ یہ لوگ بہ نیت جہاد مع اہل و عیال ہندوستان آئے تھے اور یہاں کے مسلمانوں میں خود اتفاق تھا، اس وجہ سے علیحدہ ہو گئے،

ملک الشرق خواجہ جہاں سلطان جوہور کے زمانے میں یہ لوگ بنارس آئے، اور دراز حلال کی خاطر یہاں کے نوربانوں کا پیشہ اختیار کیا، اداان میں گھل مل کر ایک ہو گئے، اور آپس میں قرابتداریاں قائم کر لیں، اور کافی جان و مال کے مالک بن گئے،

دوسرا قافلہ مسلمانان عراق کا ہے جس کے خاندانی بزرگ حضرت حرمید کربلا کے متعلقین و معتقدین میں سے تھے، یہ لوگ شہداء کربلا کے ماتم میں عام طور سے سیاہ لباس پہنا کرتے تھے، یہ لوگ بھی جہاد کی نیت سے ہندوستان آئے تھے، اور باہمی جنگ دیکھ کر کنارہ کش ہو گئے، اور کچھ بنارس ہی میں رہ گئے، اور کچھ اعظم گڑھ، جوہور، غازی پور کے قریبی اضلاع میں منتقل ہو گئے، اور اپنا ذریعہ معاش تجارت کو بنایا، اب تک مسلمانان عراق کی یہ برادری مذکور بالا اضلاع میں موجود ہے، اور لفظ عراقی کو بگاڑ کر ان کو رانگی کہا جاتا ہے،

## ملک مبارک شاہ ملک الشرق ثانی

خبر جہاں کے انتقال کے بعد ہی ۸۰۶ھ مطابق ۱۳۹۹ء میں ان کے ملک مبارک شاہ ملک الشرق سلطنت پر قابض ہوئے، لیکن صرف دو ہی سال حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گئے، ان کے بعد ان کے بھائی سلطان ابراہیم ملک الشرق ہوئے، جن کے دور حکومت میں بنارس میں بڑی ترقی ہوئی، تفصیل کے آرہی ہے

## محمد خالص حاکم بنارس

ابراہیم شاہ ملک الشرق کی حکومت کے زمانے میں محمد خالص ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۰ء میں بنارس کے حاکم بنے، بنارس میں خالص پورہ محلہ ان ہی کے نام سے خالص پورہ یادگار ہے

اسی سلطنت کے زمانے میں سلطان ظل اللہ سید اشرف جہانگیر سمنانی نے دس سال تک سمنان میں حکومت فرما کر اپنے بھائی سلطان اعز شاہ کو اپنا جانشین لایا اور حکومت ترک کر کے درویشی اختیار فرمائی، اور پھر تبلیغ اسلام کے سلسلے میں ہندوستان تشریف لائے، اور خوش قسمتی سے اسی زمانے میں جو پور ہوئے ہوئے بنارس تشریف لائے، جو آگے چل کر مخدوم شاہ کے نام سے مشہور ہوئے، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر کا درود مستود بنارس میں حضرت مخدوم صاحب نے بنارس میں چند روز قیام فرمایا، اور یہاں کے دوران قیام میں ایک اہم واقعہ

پیش آیا، جس کی تفصیل لطائف اشرفی میں درج ہے،  
واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت مخدوم صاحب سیر کرتے ہوئے ایک تنہا  
کیطرف گذرے، ہندو برہمن صدق دینار کے باقوبت کی پرستش میں مشغول تھے،  
مخدوم صاحب وہیں کھڑے ہو گئے، اور بڑی دیر تک دم بخود رہے، اور برصہ  
پر شعر پڑھا۔

اگر نقش رخ زلفت نہ بودے در ہمتیار  
مخاں ہرگز نہ گردندے پرستش لا اور عزلی  
بہر حمد خداوند اگر تیرے رخ اند زلف کا نقش تمام چیزوں میں نہ ہوتا تو مخاں لائق پرست  
ہرگز لات اور عزلی دہنوں کے نام ہیں، کی پرستش نہ کرتے،

پجاریوں نے حضرت کو دیکھا تو درڑے ہوئے آئے اور ملاقات کرنے کے  
بعد کچھ دین و مذہب کی فضیلت پر گفتگو شروع ہوئی، برہمنوں نے اپنے مذہب کی  
ترویج پر تیلیں پیش کیں کہ اور مخدوم صاحب نے بھی بڑی دیر تک اسلام  
کی حقانیت اور صداقت پر تقریر فرمائی، جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اپنی ضد سے باز  
نہیں آئیں گے، تو تمام محنت کے طور پر فرمایا کہ "اگر یہ بت تھام دے دین کی  
تکذیب کریں تو ایمان لاؤ گے؟ برہمنوں نے اقرار کیا اور وعدہ کیا کہ اگر ایسا ہے  
جیسا کہ آپ فرماتے ہیں تو ہم ضرور اسلام کا کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے،  
اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے ہاتھ بڑھایا اور ایک بت ہاتھ میں  
لیکر اس کو مخاطب کر کے کہا "اے بت اگر حضرت محمد علی اللہ علیہ وسلم کا دین برحق  
ہے تو لا اللہ الا اللہ محمدی رسول اللہ پڑھا۔"

بت نے کلمہ پڑھا اور لوگوں نے منہ، اور برہمنوں کی ایک جماعت حلقہ  
بگوش اسلام ہو گئی،

حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ کی اس بے مثال کرامت اور آپ کی تباری

میں تشریف آوری سے کفر و شرک کے اندھیرے میں توحید کی کرن چھوٹی، اور  
مسلمانوں کی ایک مستقل آبادی قائم ہو گئی، اور اسلام کی اشاعت ہوئی،  
ممکن ہے کہ آج کل کے نئے دل و دماغ رکھنے والے اس کھلی کرامت کا انکار  
کریں، حالانکہ اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہیں، اور اہل سنت و الجماعت کے عقیدہ ہے  
جس میں اگر انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے تو پھر معاذ اللہ حضرات انبیاء و کرام کے معجزات  
کا بھی انکار کرنا پڑے گا، حالانکہ کسی مسلمان کو اس کی جرأت نہیں ہو سکتی،  
۲۸ رجم سنہ ۸۰۸ھ میں مخدوم صاحب کا انتقال ہوا، اور کچھ عرصہ میں مدفون  
ہیں، ہندوستان کے گوشے گوشے سے زائرین حاضر ہوتے ہیں، ہر سال عرس ہوتا ہے

## حضرت سید بدیع الدین قطب المدار

محمد خالص حاکم بنارس کے دور حکومت میں ایک وہ سراقا بن و کروانا  
ہے کہ بنو ارجمادی الاول سنہ ۸۲۳ھ میں حضرت سید بدیع الدین قطب المدار  
نے مکن پور میں انتقال فرمایا، اور وہیں مدفون ہوئے، بنارس کے جاہل متعصبوں  
نے محلہ کتوا پورہ میں فرضی مقبرہ بنا کر میلہ لگانا شروع کیا، اور آج تک یہ گمراہی  
پھیلی ہوئی ہے، ہر سال جمادی الاول میں سترھویں کے نام سے میلہ لگتا ہے،  
اور فرضی مقبرے پر نذر و نیاز کا سلسلہ جاری ہے،

## غلام انبیاء حاکم بنارس

سنہ ۸۵۸ھ میں سلطان ابراہیم ملک الشرق کے بجائے سلطان محمود ملک

الشرق نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی، اور غلام انبیا کو بنارس کا حاکم مقرر کیا جن کے نام سے انبیا کی منڈی ہے جو امیہ مقدسی کہلاتی ہے،  
پارچہ محمودی سلطان محمود کے نام سے بنارس کے ریشمی بلبوسات میں پارچہ محمودی مشہور ہے، ادب بھی کہیں کہیں یہ کپڑا تیار کیا جاتا ہے،

راجہ بی بی سلطان محمود نے بنارس کی ایک بیوہ اور غریب عورت سے شادی کر لی تھی جس کا نام راجہ بی بی تھا، اور اسے داخل محل کر کے ملکہ شرفیہ کا خطاب دیا، یہ سید طالب علی عرف سید طاہن جو ایک زمانے میں راجہ جے چند کی طرف سے بنارس کے حاکم تھے ان کی بیٹی تھیں آگم سنی میں باب کا انتقال ہوا، ان کی والدہ ماجدہ موت کا تکرور باغان بنارس کی عورتوں کے یہاں فروخت کر کے گزراوقات کرتی تھیں، اتفاق سے اس محلہ کی اکثر شریف عورتیں بیوہ تھیں، اور صرف موت ہی کا تنہا پر گزراوقات تھی، اس وجہ سے اس محلہ کا نام کتو پورہ رکھا گیا، راجہ بی بی بڑی ذہین اور پرمغز تھیں، اپنی دانشمندی اور طباطبائی کی بنیاد پر اور سلطنت اپنے ہاتھ میں لیکر حسن و خوبی سے انتظامات کئے،

فیروزہ خانم راجہ بی بی کی ایک مصاحب خاص فیروزہ خانم تھیں، جن کو ملکہ نے گلبدن کا خطاب عطا کیا تھا، بڑی زیرک اور دانشمند تھیں،  
پارچہ گلبدن بنارس کے ریشمی بلبوسات میں "پارچہ گلبدن" شہر مشہور ہے، جو ان ہی کے نام سے مشہور ہے،

راجہ بی بی ملکہ شرفیہ نے اپنی سلطنت کے زمانے میں عربی مہینوں کے نام جاہل عورتوں کیلئے اس طرح رکھے کہ ان کو بولنے میں دقت نہ ہو، اور آج تک یہ نام جاہل عورتوں میں مشہور ہیں، وہ نام یہ ہیں



محرم : دہا	جمادی الاولیٰ : مدار صاحبہ	ربیع الاول : روزہ
شعبہ شہر تیزی	جمادی الثانی : خواجہ معین الدین	شوال : عید
ربیع الاول : بارہ دن	رجب : مہ رجب	ذی قعدہ : خالی
ربیع الثانی : گیارہ دن	شعبان : شہرت	ذی الحجہ : بقر عید

## بی بی راجہ کی مسجد چاندنی چوک

راجہ بی بی نے شہر بنارس کا مرکزی بازار چاندنی چوک کے قریب دیا ، اور وہیں پر ایک بڑی شاندار مسجد تعمیر کرائی ، جو بی بی راجہ کی مسجد کے نام سے آج بھی بلندی پر واقع اور آباد ہے ، افسوس کہ سال تعمیر کا صیغہ پتہ نہ لگ سکا ،

## سلطنت شرقیہ کا زوال

راجہ بی بی نے اپنے دور حکومت میں سلطان حسین کو مستقل طور پر سلطنت کا دارت بنایا ، اور ۸۸۰ھ مطابق ۱۴۷۶ء تک یہ حکومت قائم رہی ، اس وقت تک بنارس کا شہر چون پوری کے دارالسلطنت میں شامل تھا ،

## سید غلام امین حاکم بنارس

سلطان حسین کے زمانے میں سید غلام امین بنارس کے حاکم ہوئے ، اور بنارس پھر چون پور کے ماتحت ہو گیا ،

لیکن صرف چند ہی دنوں کے بعد شاہ بہلول لودھی نے حملہ کیا، اور اس کے بعد  
خانہ ان شریفہ کو زوال شروع ہوا، لہذا اس نے سلطان بہلول لودھی کے سلطان حسین  
کو شکست دے کر جوپور کی سلطنت پھر دہلی میں شامل کر لی، اور پھر بنارس صوبہ  
کے نام سے موسوم ہو کر دہلی کے ماتحت ہو گیا، بہلول لودھی نے اپنے بھائی بریک  
کو بنیال کا صوبہ دار بنایا،

سلطان حسین نے ایک بار پھر کوشش کی کہ بنارس پر قبضہ کرے، چنانچہ  
بہار کے بہت سے زمین داروں کو ملا کر بریک کو نکال دیا اور پھر بنارس پر قابض  
ہو گیا، لیکن ۹۰۲ھ مطابق ۱۴۹۵ء میں شاہ سکندر لودھی نے حسین کو شکست  
دے کر پھر بنارس و جوپور کو دہلی کی مرکزی حکومت میں شامل کر لیا،

## مہاراجہ بیر سنگھ حاکم بنارس

سلطان سکندر لودھی نے اپنی فتح کے بعد ۱۴۹۴ء میں عارضی طور پر مہاراجہ  
بیر سنگھ کو بنارس کا گورنر مقرر کیا، اور سکندر لودھی نے فتح پاتے ہی مساجد و دیگر  
عمارات مقدسہ کو چھوڑ کر دوسری عمارتوں کے منہدم کرنے کا حکم دے دیا تھا، لیکن  
اس علاقے کی علمی بزم اب بھی منتشر نہ ہو سکی،  
اسی دور حکومت میں بنارس کے صوفی شمس و شاعر کبیر داس بھی تھے، جو ۱۴۹۵ء میں  
پیدا ہوئے اور ۱۵۱۸ء میں وفات پا گئے،

کبیر داس کبیر داس کے دو بھائی اور نیپایاں بڑی مشہور ہیں، لیکن برار  
آج تک نہ کل سکا کر یہ خدو تھے یا مسلمان؟



چشتی سے خرقہ خلافت حاصل کیا، سندھ اور مسلمان دونوں گروہ ان کے معتقد تھے اور جو ہندوان کے سلسلے کے ہیں وہ کبیر متھی کہلاتے ہیں،  
 اور مسلمانوں کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ محمد تقی صاحب مہجور نسوی سے بیعت کا  
 کبیر داس کے مرنے کی یہ روایت مشہور ہے کہ مرنے سے کچھ دن پہلے مگر میں تھے،  
 بجلی خان ناظم مگر نے مسلمان سمجھ کر اسلامی طریقے سے تجھیز و تکفین کر کے دفن  
 کر دیا، اور جب بہاراجہ بہر سنگھ حاکم بنارس نے موت کی خبر سنی تو وجہ ارادت مندا  
 مگر آیا، اور قبر کھود کر لاش نکالنے کا ارادہ کیا، جس سے مسلمان مزاحم ہوئے،  
 لیکن لڑنے سے بھگڑنے کے بعد صلح ہو گئی، قبر کھودی گئی تو لاش کا پتہ نہ تھا، اور چاک  
 لاش کے پھول ملا، اور ہندوؤں نے اس پھول کو دفن کر کے سجادھی بنوا دی اور  
 وہ آج تک موجود ہے،

کبیر چوراہا کبیر داس کے نام سے بنارس میں محلہ کبیر چوراہا اور اب مشہور مرکز  
 سنت کبیر روڈ پر زمانہ ہسپتال کے عقب میں فرمھی مقبرہ بھی ہے،

## افغانیوں کا بنارس پر حملہ

۱۹۳۳ء مطابق ۱۳۵۲ھ میں جب سلطان ابراہیم لودی کو بارہے شکست  
 دی، اس وقت افغانی پٹانوں نے بنارس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا، جو صوبہ بہار  
 میں آباد ہو گئے تھے، اور دریا خاں عرف محمد سلطان نے بنارس کی سلطنت شروع کر  
 دی تھی، سپاہیوں بادشاہ نے محمد سلطان کو شکست دی، بلور خاں پور کے مقامات  
 شاہ باہر کے نام سے فتح کر لئے، لیکن سپاہیوں کے واپس جانے کے بعد پٹانوں نے  
 پھر قبضہ کر لیا،

۹۳۷ء مطابق ۱۵۲۹ء میں شاہ بابر نے بنارس پر فوج کشی کی، اور خوار گڑھ کے قلعہ سے کشتی پر شاہی فوج بنارس فتح کر لی ہوئی غازی پور اور بہار تک چل گئی، شاہ بابر نے عبدالحی خاں کو بنارس کا ناظم مقرر کیا، مگر اس کے واپس ہونے کے بعد چٹاؤر نے بنارس پر بھر جمہ کیا اور عبدالحی خاں کو قتل کر کے جو پور کی سلطنت از سر نو قائم کی، اور اپنے سردار دریا خاں کے لڑکے بہار خاں کو مقرر کیا،

## شیر خاں ناظم بنارس جو لگے چل کر شیر شاہ سوری کے نام مشہور ہوا،

بہار خاں نے اپنے سپہ سالار شیر خاں کو بنارس کا ناظم مقرر کیا، اور آگے چل کر یہی شیر خاں ساسے ہندوستان کا ایک نامور بادشاہ بنا، شاہ بابر کے بعد جب اس کی جگہ ہمایوں تخت نشین ہوا تو چار گڑھ کے قلعہ میں اپنا قبضہ جمایا، جو شیر خاں کی تحویل میں تھا، ہمایوں نے جب چار کا قلعہ خالی کر کے مایہ نام بھیجا تو شیر خاں نے نہیں مانا، جس کے نتیجے میں ہمایوں نے اس قلعہ کو محاصرہ کیا، لیکن ناکامی کا منہ دیکھ کر دہلی واپس ہو گیا، ۱۵۳۱ء میں بابر نے دہلی پائی، اور اس کی جگہ ہمایوں تخت نشین ہوا، وہ ابھی ۳ سال کا نو جوان تھا، اور ضرورت سے زیادہ نرم دل، اس لئے شیر شاہ نے اسے شکست دیکر ایران کی طرف بھاگ دیا، اور خاندان سوری کی بنیاد ڈالی، جو تقریباً ۱۵ سال تک ہندوستان میں حکم رہا، ۹۳۷ء مطابق ۱۵۳۱ء میں شیر شاہ کی شاہی فوج نے چار گڑھ کے قلعہ کا دوبارہ محاصرہ کیا، اور قلعہ فتح کر لیا، شیر خاں نے چار سے نکلی کر... گرو برہما س کے قلعوں پر

قبضہ کر لیا اور ان کے ذریعہ سے بنگال اور بہار کی سلطنت قائم کی،

## عثمان خان حاکم اعلیٰ بنارس

شیر خاں جو آگے چل کر سارے ہندوستان کا بادشاہ بنا، اس نے اپنی سلطنت کے زمانے میں ۹۴۶ء میں عثمان خان کو بنارس کا حاکم اعلیٰ مقرر کیا، عثمان پورہ عثمان خان کو حکومت کے انتظامات کا بڑا اچھا سابقہ تھا، بنارس میں حملہ عثمان پورہ ان ہی کے نام سے مشہور ہے،

## میر فضل علی خان حاکم بنارس

شیر خاں ہی کے زمانے میں بنارس کی سلطنت پر سپاہیوں نے قبضہ کیا اور میر فضل علی خان کو بنارس کا حاکم بنایا، شاہ بہاؤں نے اس عہد نامے کی مخالفت کی جو اس کے اور شیر خاں کے درمیان ہوا تھا، اور دوبارہ بنگال پر ۹۴۵ء مطابق ۱۵۳۸ء میں حملہ کیا جس کے نتیجے میں شیر خاں نے بنارس پر حملہ کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا، میر فضل علی بھی قتل ہو گئے تھے،

بہاؤں نے جب یہ قصہ سنے تو بنگال سے شیر خاں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا اور تمام چھ سائیں کو فتح کیا بنارس سے ۸۰ میل پورب میں واقع ہے میدان کا زار گرم ہوا، شاہی فوج کو شکست ہوئی، اور بہاؤں دہلی کی طرف بھاگ گیا، شیر خاں نے اس کا تعاقب کیا اور قنوج میں بہاؤں کو شکست دیکر شیر شاہ کے خطاب سے ۹۴۶ء مطابق ۱۵۳۹ء میں دہلی کا تخت نشین ہوا، بہاؤں کو شکست دیکر بنگال سے پنجاب تک شیر شاہ کا مکمل قبضہ ہو گیا، شیر شاہ

اس آن بان کا آدمی تھا کہ معلوم نہیں کیا کر گذرتا، لیکن افسوس کہ عمر نے ساتھ نہیں دیا  
 اہل بادشاہت کے پانچویں برس ۱۵۵۸ء مطابق ۹۷۱ھ میں بیدلی کھنڈ کے مشہور قلعہ  
 کا انگریز سردھاوا کیا تھا، کہ بارود خانہ میں آگ لگ گئی، اور اس میں ایسا مجلس گیا  
 کہ بچ نہ سکا، شیر شاہ کے رفقاء عام کے کارنامے زندہ جاوید ہیں، جن میں سب سے  
 اہم چیز گزنیہ ٹرنک روڈ ہے، جو پشاور سے امرت سیر ادہلی اکان پور انبارس، آسنول  
 ہوتی ہوئی مکملہ چلی گئی ہے، علاوہ ازیں بہت سے کنویں، سرزمین اس کی یادگار ہیں،

**نصیر شاہ ابن شیر شاہ سوری** | شیر شاہ کے بعد اس کا بیٹا سلیم شاہ  
 بادشاہ ہوا، اور نو سال تک اپنے باپ کا نام زندہ کیا، اس کے بعد ۱۵۵۸ء مطابق  
 ۹۷۱ھ میں عادل شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن اتنا کھانگا کہ باپ اور دادے کی عزت  
 خاک میں مل گئی، اسند وزیر جو بھو بھال نے اس کو اور بھی تباہ کر ڈالا، اسارے ملک میں  
 تھکڑے فساد اٹھ کھڑے ہوئے،

یہ اور بتایا جا چکا ہے کہ شیر شاہ نے ہالیوں کو شکست دے کر ایران کی طرف  
 بھاگ دیا تھا، یہ ۱۵۵۸ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد ہالیوں نے جو تانہ اور سندھ کے ریگستانوں  
 میں پریشان پھرتا رہا، اور یہیں امرکوٹ کے مقام پر آکر برید ہوا، پھر ایران گیا اور وہاں  
 کا بادشاہ طلبا سب اس کے ساتھ بڑے حسن و سلوک سے پیش آیا، اور اسے فوج  
 دی، جس کی مدد سے اس نے ۱۵۵۹ء میں قندھار اور ۱۵۶۰ء میں کابل فتح کیا، پھر  
 ۱۵۶۱ء میں ہندوستان آیا، اور خود دکن اور آگرے پر قابض ہو گیا، پھر اس نے  
 عادل شاہ اور بھو بھال کا یہ تماشہ دیکھا تو اس کیلئے یہ ایک نادر موقع ہاتھ آیا، کہ حکومت  
 کی بنیاد پر مستحکم کرے، ادہلی برہالیوں حملہ کر چکا تھا، کہ بھو بھال مقابلے کیلئے آگے بڑھا  
 لیکن ہالیوں اپنے کتب خانے کی سیرتھیوں سے پھیلے اور گر کر مر گیا،

## دور اکبری

اکبر کی عمر ۱۲ یا ۱۴ سال کی تھی کہ جب اس کے باپ سہاؤں کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت سہاؤں اتالیق بیرم خاں کے ماتھے خباب میں تھا، اس نے سہاؤں کے مقابلے کی خبر سن کر حاکم اہموی پانی پت کے میدان میں گرفتار کر کے مارا گیا، یہ سنہ ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۵ء کا واقعہ ہے، اکبر نے اپنی عقلمندی اور دانائی سے بغاوتوں اور جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا، اور جلد ہی سارے ہند میں اکبر کا سکہ چلنے لگا، اور چالیس پچاس سال کے عرصے میں قندھار سے لیکر آسام کی پہاڑیوں تک اور کشمیر سے حیدر آباد تک گھاروا ملک سلطنت کی حدیں پھیل گئیں، اور اس کی جڑیں اتنی مضبوط ہوئیں کہ ڈیڑھ دو سو برس تک مخلوق کا نام زندہ رہا،

## علی قلی خاں والی بنارس

اکبر نے اپنی تخت نشینی کے زمانے میں دہلی کی مرکزی سلطنت کو مستحکم کیا، اکبر کے حکم سے علی قلی خاں حاکم اعلیٰ دارالامارت جو پور نے سنہ ۹۶۶ھ مطابق ۱۵۵۹ء میں شیر شاہ کے پر پوتے شیر شاہ ابن عادل شاہ کو شکست دیکر بنارس پر قابض ہوا، جو چلدر پر قابض ہو کر اس کے اطراف سلطنت پر قابض ہو گیا تھا، اور بنارس میں بھی کچھ عرصہ تک اس کی حکومت رہ چکی تھی، علی قلی خاں کے قابض ہونے کے بعد پھر بنارس صوبہ جو پور میں شامل ہو گیا، اکبر کی سلطنت کے زمانے میں علی قلی خاں اور بہادر خاں کا بڑا عراز تھا، علی قلی خاں کے نام سے محل سرائے کے قریب علی نگر اور بہادر خاں کے نام سے بنارس میں گنگا کے پار بہادر پور مشہور ہے،



ہندس میں علی غاں کی قبر ایک اونچے جوتے پر اتر کر مستقل علوی پورہ  
حضرت فخر الدین شمس کے مقبرہ سے قریب ہے، اس پر ایک بڑا کتبہ لگا ہوا ہے  
لیکن اس کے حرف بالکل مٹ گئے ہیں

## راجہ ٹوڈرمل حاکم بنارس

اکبر بادشاہ نے اپنے دور حکومت میں راجہ ٹوڈرمل کو بنارس کا حاکم مقرر کیا  
اور بے شمار جاگیریں عطائی تھیں، مدت حکومت زیادہ نہیں تھی، لیکن یہ عالمگیر  
کے عہد تک زندہ رہا،

## عبد الرحیم خانخاناں سپہریم خاص و دار بنارس

اکبر بادشاہ بنگال کی فوج کشی کے ارادہ سے براہ کشتی بنارس آیا، اور یہاں تین  
روز قیام کرنے کے بعد براہ کشتی پٹنہ روانہ ہوا، بنگال کی فتح یابی کے بعد منہم غاں خانخاناں  
کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا، اور بنارس، جو پور، اخبار کا خاص انتظام اپنی ذمہ داری میں لیا،  
اس زمانے میں بنارس میں ایک نظامت قائم کی گئی، جس میں مرزا میراگ  
رضوی پھر شیخ ابراہیم سکری عہدہ نظامت پر مامور ہوئے، ۹۸۴ھ مطابق ۱۵۷۶ء  
میں پھر جو پور میں صوبہ داری قائم کی گئی، اور بنارس بھی اس صوبہ داری میں شامل ہو گیا،  
۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۹ء میں مرزا عبد الرحیم خانخاناں جو پور و بنارس کے صوبہ  
دار مقرر ہوئے، جن کی علم دوستی سے بنارس فیضیاب ہوا،

عبد الرحیم خانخاناں کے ہندی دوسے بہت مشہور ہیں، اور ہندی شاعری  
کا ایک گراں قدر سرمایہ ہیں،

**تلسی داس** افغانان کے ذکر کے بعد انصافی ہو گئی کہ دسویں صدی ہجری کے ہندی شاعر تلسی داس کا تذکرہ نہ کیا جائے، جو نہ صرف بھاکا اور سنسکرت کا عالم تھا بلکہ عربی اور فارسی بھی جانتا تھا، فارسی کے مطالعہ نے اس کا ذوق تصوف بہت بلند کر دیا تھا، اور اس کی صوفیانہ شاعری بھگت ہندی اور فارسی کے ملے جلے الفاظ کی آئینہ دار تھی،

اکبر کے متوسلین میں راجہ ٹوڈرل بنارس میں کافی جاگیروں کا مالک تھا اسے تلسی داس سے بڑی عقیدت تھی، اس کے مکانات کے نشانات اب بھی بنارس کے محلہ کچڑی گلی میں موجود ہیں، پانچ گاؤں اس کے ماتحت تھے،

بھدینی، ندیسر، شیوپور، چھیتوپور، بہرتارا  
اب یہ سب گاؤں نہیں ہیں بلکہ شہر کے اہم محلے ہیں، جہاں ٹوڈرل کے مکانات ہیں، ٹوڈرل کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے انند رام اور پوتے کندھی میں فساد ہوا، جس میں تلسی داس حاکم مقرر ہوئے، اور ان کا فیصلہ گیارہ پشت تک قائم رہا، یہ فیصلہ فارسی میں تلسی داس نے لکھا تھا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تلسی داس کو فارسی سے کتنا شغف تھا، فیصلہ یہ ہے،

اللہ اکبر

چوں انند رام بن ٹوڈر بن دیورائے و کندھی بن رام بھدر بن ٹوڈر  
در حضور آئندہ در مواضع متروکہ تفصیل آں در ہندی مذکور است بالمشافہ  
دیتر اسی جانبین قرار دادیم ایک حد و پنجاہ زمین زیادہ ..... در مواضع  
بھدینی، انند رام مذکور و کندھی بن رام بھدر تجویز نموده ہر میں یعنی راضی گشتہ  
مہر کردہ: سعید اللہ

لے اکبر کے دور حکومت کی تمام تحریروں میں شروع میں اللہ اکبر لکھا جاتا تھا، آٹھ

قسمت اندرام  
قسمت کندھی  
قرعہ  
پنورہ حصہ نوڈر تمام  
قرعہ  
ندیسر حصہ نوڈر تمام  
قرعہ  
چھیتر پورہ حصہ نوڈر تمام

بنارس میں تلسی داس کے نام سے تلسی گھاٹ ہے اجاں اس نے رامین لکھی  
نیز اور بھی یاد گاریں ہیں

## ۱۔ اکبر کی شاہی جاگیریں مندر کے نام

اکبر کے دور حکومت میں بنارس کے برہمنوں کو بہت کچھ مراعات حاصل تھیں،  
مندروں کیلئے زمین، جائیداد اور جاگیریں عطا کیں، امپاراجہ بان سنگھ نے مندر بنوایا،  
جو ان مندر کے نام سے مشہور ہے، علاوہ انہیں دوسرے راجاؤں اور امیروں نے  
خوب دل کھول کر پوری آزادی سے مندر بنوائے، اور اکبر کے دور حکومت میں جتنے  
مندریں اور جتنی مندروں کو جاگیریں دی گئیں اتنی کسی بھی دور حکومت میں نہ ہوئیں،  
جنگم ناٹھ می بنارس کے مشہور زمین دار جنگم کو پوری بڑی جاگیریں عطا کیں، اکبر  
ہی نہیں بلکہ ہالوں نے بھی جنگم کو بڑی گرانقدر جاگیروں سے بالمال کیا تھا، چنانچہ  
سم ذیل میں ہالوں بادشاہ کا ایک فرمان نقل کر رہے ہیں، جو ندوۃ العلماء کے  
پہلے اجلاس کی نمائش منعقدہ ۱۹۱۲ء کے موقع پر بنارس میں پیش کیا گیا تھا، یہ  
فرمان دار المصنفین اعظم گڑھ میں آج بھی موجود ہے،

## ۲۔ فرمان محمد ہالوں شاہ غازی

لہ رسالہ مستاذ جوگی "لاہور" بابت اکتوبر ۱۹۴۲ء سے یہ فیصلہ نقل کیا گیا ہے، ۱۲

حکام و دیوانیان و عهدیداران و کارکنان ..... بنارس بدانند کہ دریں  
 دلا بزرگوار عرض رسید کہ سی و صد سیکہ زمین ..... موشتانکند بموجب احکام  
 حکام ماضی ..... من ملک ارجن جنگم نابراکن فرمان واجب الاذعان صادر شد  
 کہ اراضی مذکور بہاں ..... باید کہ حسب فرمان علی نمودہ نمیکہ افزیدہ پیرامون  
 اس نگرند و تخریض نرسانند ..... و اصلاً و قطعاً مزاحم باں زمین  
 نشوند ..... بتقدیم رسانند ..... تخریر .....

## فرمان اکبر بادشاہ اللہ اکبر

شانہر

چون سابقاً حسب فرمان عالی شانہ موازی چار صد و ہشتاد و بیس گزہ زمین از  
 پرگنہ ..... بنارس دود و معاش مطیع اسلام ملک ارجن و جنگم  
 مقرر بود و درین دلا بر عرض اشرف اقدس رسید حکم بہاں مطلع صادر شد  
 کہ من ابتداء غریف سخی بیل (ایک ترکی مینے کا نام ہے) از جملہ اراضی مذکور  
 موازی ..... بظناب بانس از بہاں قبل سابق حسب العلاج عمدہ لکنت  
 رکن السلطنہ راجہ ٹوڈرمل در وجہ مدد معاش مشارالہا مقرر باشد کہ حاصل  
 از اسال بسال متصرف شدہ بدعا گوئے دوام دولت اشنعالی نماید  
 ہی باید کہ حکام و کردریاں و جاگیرداراں عالی و استقبالی پرگنہ مذکورہ زمین  
 ..... از محل قدیم بمودہ و یک بستہ متصرف او گذارند و بہ علت مالی  
 و جہات و سائر ..... چون متلفہ و شکست دودہ نیم و ہزار نہ و مصلانہ و جریبانہ  
 و مکرانہ ذراعت و کلی تکالیف دیوانی .....

اس فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلوں کے زمانے میں جس قدر جاگیر مقرر تھی، اکبر نے اپنے زمانے میں اس پر اضافہ کر دیا، اسی حال ہی میں جنگم باڑی کے ایک ستولی نے ان تمام زمین کا عکسی فوٹو لیکر کتابی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اکبر کے ان فرمانوں میں جو ہندوؤں کے نام ہیں، ان کو شیخ الاسلام (اسلام کے فرمانبردار) کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ بات ضرور تسلیم کی جا سکتی ہے کہ اکبر ہندوؤں کی نہایت خاطر داری کیا کرتا تھا، اور اس کے نتیجے میں ہندو ملیح الاسلام کے لقب سے ایک طرح کا فخر محسوس کرتے تھے، اکبر کے فرمان میں یہ بھی لکھا ہے کہ راجہ کو ڈور مل کی سفارش سے یہ فرمان عطا ہوا، غالباً یہ لقب ڈور مل اور دیگر ہندو امرا کی سفارش سے قرار پایا ہوگا۔

بنارس میں اکبر کا دور حکومت جس قسم کا گذر ہے وہ مذہبی آزادی کا ایک مثالی دور تھا، ہندوؤں کو بڑی بڑی مراعات حاصل تھیں، اور ہندو اتنے خوش تھے کہ جانا پھیلی پر رکھے بستے تھے، راجہ بان سنگھ جس کی... اجازت اور خاص مہربانی کی بنا پر بنارس میں مان مندر بنوایا تھا، جب ۱۵۸۱ء میں مبارک گورنر ہو کر جانے لگا اور اکبر نے بیعت کا ذکر کیا تو اس نے صاف جواب دیا کہ حضور! اگر مریدی سے مراد جان شاری سے تو آپ دیکھتے ہیں کہ جان پھیلی پر رکھے ہوئے ہوں، امتحان کی حاجت نہیں، اگر کچھ اور ہے اور حضور کی مراد مذہب سے ہے تو ہندو ہوں فرمائیے! مسلمان ہو جاؤں، اور راستہ میں جانتا نہیں کہ کون سا اختیار کروں، چنانچہ اکبر ان کے لئے (دربار اکبری ص ۶۵)

دین الہی کا رواج بنارس میں!  
۱۵۸۲ء میں اکبر نے دین الہی کی بنیاد رکھی، اس دین الہی کے متعلق یہ

تفصیلات بہم پہنچانا بہت مشکل ہے، اس لئے کہ کثرت و بیشتر روایات مبالغہ سے بھری ہوئی ہیں، دین الہی کے پیرو اسلام علیکم کے بجائے اللہ اکبر کہتے تھے، اور وعلیکم السلام کے بجائے حل جلالہ، اور اکبری مہر کے صحیح میں اللہ اکبر کھدا ہوا تھا، بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اکبر اس طریقے پر رائج کر کے خدائی کا دعویٰ کرنا چاہتا تھا، حالانکہ یہ بات نہیں سچی، چنانچہ اس مہر ہی متعلق حاجی ابراہیم سرمنڈی نے کہا کہ اس میں شبہ پڑتا ہے، اکبر نے کہا یہ شہ نہیں بلکہ وہم اور دوسو سو ہے، ابندہ اضعیف، عاجز و محتاج خدائی کا دعویٰ کیونکر کر سکتا ہے؟

اکبر کی زندگی کے ابتدائی دور تو بڑے غنیمت تھے، چھوٹے غمازوں کا پابند تھا، مسجد میں اذان خود دیتا تھا، یہاں تک کہ جھاڑو بھی مسجد میں اپنے ہاتھ ہی سے دیتا، ہر سال پیدل اجمیر شریف جاتا، اور منٹیں مرادیں بانٹتا تھا، علماء کی بڑی عزت کرتا، تمام فیصلے اسلامی احکام کے مطابق کرتا، لیکن اس کے دربار کے علماء اس وقت بری طرح زبانوں کی تلواریں کھینچ کر بیٹے پڑتے تھے، کٹ مارتے تھے، اور آپس میں ایک دوسرے کو کافر بناتے تھے،

اکبر نے ان علماء کا حال دیکھا تو اس کا دل کھٹا ہو گیا، اور دن بدن اسلام سے اس کی رغبت کم ہوتی گئی، اور یہی سبب تھا کہ اس نے دین الہی کے نام سے ایک خود ساختہ مذہب کی بنیاد رکھی، اکبر ہر حال خدا کی وحدانیت کا قائل تھا، لیکن اس دین الہی میں بڑی گنجائش تھی، سندھ اور مسلمان دونوں شامل تھے، اس موقع پر ایک انگریز مصنف و سنسٹ اسمتھ صاحب نے تویہ ثابت کیا ہے کہ دین الہی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا، حالانکہ اس دین الہی کے متعلق اکبر ہی کے زمانے میں اختلاف تھا، بیابانی صریحاً کفر کہتا تھا، واللہ الفضل کہتا تھا کہ اسلام کی ایک صورت ہے ایمتوں کا حال تو خدا ہی کو معلوم ہے، لیکن مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں صریحاً کفر کا اطلاق

بھی صحیح نہیں، یہ سب اکر کی سادہ لوحی کے نتائج تھے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ مذہبی رواداری اور ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں اکر کی کوششیں بڑی کامیاب رہیں، اکر کی موت کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے جس سے اس کی سادہ لوحی پر ایک روشنی پڑتی ہے گو اس واقعہ کا منار س کی تاریخ سے کوئی تعلق نہیں ہے، صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اس کی یہ سادہ لوحی اس کے حق میں جان لیوا بھی ثابت ہوئی، واقعہ یہ ہے کہ:

اکر کے دربار میں ایک بڑا امرطیب حکیم علی بلا با گیا، اکر کو دست کی شکایت تھی اور کسی طرح دست رکھتے ہی نہیں تھے حکیم نے اپنے کیر سے دوا نکالی، "در کوزہ آب انداخت فوراً بستہ شد" یعنی دوا پانی کے پیالے میں ڈالتے ہی پانی برف کی طرح جم گیا، حکیم علی نے اکر کو دکھا کر کہا کہ دوائس تو ہمارے پاس ایسی ہی ہیں کہ پانی میں اثر کرتی ہیں اور پانی برف کی طرح جم گیا، لیکن اب آپ پر اثر نہ کرے تو میں کیا کروں، بادشاہ نے حکم دیا کہ یہی دوا مجھے دو، حکیم علی نے انکار کیا لیکن اس ضدی اکبر نے نہ مانا، اس کو استعمال کیا، دست ٹوٹ گئے، لیکن اب قبض ایسا پیدا ہو کہ وہ بھی ناقابلِ برداشت تھا، پھر دست کی دوا دی گئی، یہاں تک کہ اطلاع زیادتی کرو تا درگندشت "دست زیادہ ہوئے اور مر گیا، (ماثر الامراء) یہ حکیم علی بڑا ماہر فزون تھا، اس نے ایک طلسمی تالاب بنایا تھا جس میں غوطہ مارنے کے بعد آدمی کو سیر پھیاں ملتی تھیں، ان سیر پھیوں سے نیچے اترنے کے بعد ایک فرش فروش کے سچے سمائے کمرے میں آدمی داخل ہو جاتا جس میں دس بارہ آدمی کے اٹھنے بیٹھنے کی گنجائش تھی، دستروان چٹا ہوا رہتا تھا، اور طاقتوں میں کتابیں رکھی ہوتی تھیں، اکبر بادشاہ بھی اس تالاب میں گیا تھا، اور جہانگیر نے ترک جہانگیر میں اپنا دیکھا ہوا مشاہدہ بیان کیا ہے،

حکیم علی نے ایک چراغ بھی بنایا تھا، جس سے حمام چوبیس گھنٹے گرم رہتا تھا، اور چراغ نہیں بجھتا تھا۔



اکبر کے دور حکومت میں یہ مسجد کی یہ جامع مسجد دین جامع مسجد گیارہ مانی الہی کا مرکز بنی ہوئی تھی، یہ تو کوئی بھی تاریخ نہیں بتاتی کہ اس مسجد کا سنگ بنیاد کب رکھا گیا؟ لیکن یہ بات بالکل مسلم ہے کہ جامع مسجد اکبر بادشاہ کے وقت میں تعمیر ہو چکی تھی جس کا ایک تاریخی ثبوت یہ ہے کہ اکبر کے دور حکومت میں بنارس کے ایک مشہور بزرگ اور دلی حضرت مخدوم شاہ طیب بناریں جن کا مزار منڈواڈیہ میں ہے اس جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے ہر جمعہ کو منڈواڈیہ سے تشریف لاتے تھے اور اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی کچھ ارشدی میں درج ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضرت مخدوم شاہ طیب بناریں جمعہ کے دن جامع مسجد میں موجود تھے، خطیب نے خطبہ میں اکبر کا نام لیا، حضرت شاہ طیب نے صرف یہ سوچ کر کہ خطبہ میں کافر کا نام لیا گیا، خطیب کو منبر سے اتارنا چاہا لیکن حضرت مولانا خواجہ کمال اور دوسرے بزرگ بھی وہاں موجود تھے، ان لوگوں نے روک دیا، اور یہ کہا کہ اگر اکبر کو خسر لگی تو ہمارے مکانوں کو تاراج کر دینگا اس لئے مصلحت یہی ہے کہ یہاں نماز پڑھنے کے بجائے منڈواڈیہ ہی میں پڑھ لیا جائے، (کچھ ارشدی)

اس جامع مسجد کی اکبر بادشاہ کے وقت میں کیا صورت تھی؟ اس کا پورا اندازہ نہیں لگ سکتا، لیکن اوپر کے واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اکبر کے زمانے میں یہاں جمعہ کی نماز اور امام و جماعت کا اہتمام تھا، لیکن اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس جامع مسجد کے متعلق اور کوئی اہم بات نہیں معلوم ہوئی، اور نہ یہاں کسی مندر کے وجود کی بات بنتی ہے۔



اگر کے بیٹے جہانگیر کے وقت میں کوئی خاص بات نہیں پیدا ہوئی، لیکن جہانگیر کے بیٹے شاہجہاں نے اپنے دور حکومت میں اس مسجد میں ایک مدبرہ تعمیر کیا، جس کا تاریخی نام "ایوان شریعت" ہے، ۱۰۲۸ھ سال تعمیر نکلتا ہے، شاہجہاں کے ذوق سے امید بھی یہی کیجا سکتی ہے، جبکہ اس نے ہندوستان کے اس پوربی علاقے کا نام ہی بشیر از مندر رکھ دیا تھا، البتہ عالمگیر اس جامع مسجد کو کیوں چھوڑا، اس نے اپنے جلوس سلطنت ۱۰۶۸ھ کے دوسرے ہی سال اس کی طرف پوری پوری توجہ کی، اور اتنی بڑی عالیشان عمارت کھڑی کر دی، یعنی موجودہ عمارت اکبری دور کی جامع مسجد کی بنیاد پر ہے،

عام طور سے لوگ اس مسجد کو گیان بائی کہتے ہیں، جو بالکل غلط ہے، صحیح لفظ گیان بائی ہے، یہ نام پڑنے کی وجہ بھی خوب رہی، گیان کے معنی عقل اور بائی کے معنی باؤلی کے ہیں، پورا ترجمہ یہ ہوا، عقل کی باؤلی، گیان بائی محلہ کا نام ہے، اسی مناسبت سے مسجد اسی محلہ کی طرف منسوب ہے، گیان بائی نام پڑنے کی وجہ یہ بھی بیان کیجاتی ہے کہ ہندوؤں کے مہادوجی گوچشم ظاہر تھیں، لیکن اپنی عقل کے زور سے ایک باؤلی میں (جو یہیں کسی جگہ تھی) چلے گئے پھر واپس نہیں ہوئے، یہ روایت زبانی مشہور ہے، جامع مسجد گیان بائی کے متعلق عام طور سے لوگ غلط افہمی میں مبتلا ہیں،

۱۰۲۸ھ سنہ ۱۶۱۹ء کا اتفاق سے وہ سرخا پتھر جس پر ایوان شریعت کندہ تھا اور اس پر سال تعمیر ۱۰۲۸ھ بھی لگا ہوا تھا، کھنڈرات میں دستیاب ہوا ہے، جس کی شکل یہ ہے،  
  
 یہ پتھر انجمن انتظامیہ مسجد کے دفتر میں موجود ہے، اب بھی یہ مدرسہ مسجد کے دالان میں قائم ہے، اور عربی، فارسی،  کے نقاب کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اس مدرسہ پر چھوٹی خانم کی عمارت دو وقف ہے،

مثلاً یہ کہتے ہیں کہ مندر تو ذکر بنائی گئی، پھر یہ غلط نہیں تو اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ عالمگیر نے بنوائی، حالانکہ ہم نے اور ان غلط فہمیوں کی صفائی کر دی، جن لوگوں کا یہ خیال ہے ان کے پاس اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ہے، قدیم سے قدیم روایات میں بھی اس جگہ مندر ہونا ثابت نہیں ہے۔

عالمگیر ان سے تقریباً ۳۱۰ سال قبل تخت پر بیٹھا، اور یہ مسجد ۱۰۰ برس قبل ہی سے موجود ہے، اس بنا پر عالمگیر کو کسی طرح اس کا مانی سمجھنا صحیح نہیں ہے، بعض لوگوں کو اس کتبہ سے شہ متواتر ہے جو انگریزوں کے زمانہ حکومت میں سید میراث علی نے جو اس کے متولی تھے سنہ ۱۲۰۰ھ میں نصب کرایا، یہ کتبہ جامع مسجد میں رکھا ہوا ہے،

”اول بحکم والادرسۃ از جلوس حضرت عالمگیر خلد مکان این جامع مسجد.....  
تیار شدہ العبدۃ در شمس سید میراث علی متولی موروثی مسجد موضوع مرتضیٰ و غیرہ نمود“  
ظاہر ہے کہ یہ کتبہ بہت بعد کے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کے تحت سلطنت پر بیٹھنے کے دوسرے سال ہی موجودہ جامع مسجد تعمیر ہوئی، اور نہ بنیاد تو البری کے وقت میں قائم ہوئی، اور اس وقت بھی یہ جامع مسجد موجود تھی۔

اس مسجد میں انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت میں بھی جمہور و جماعت کا انتظام تھا، لیکن پھر بھی یہ خانہ خدا مسلمانوں کی غفلت اور بے توجہی کا شکار تھا، یہ بھی ایک حسن اتفاق تھا کہ عین اس بد حالی ہی کے زمانے میں تقریباً ایک سو پچاس برس پہلے مولانا رحمت اللہ صاحب محدث دہلوی بنارس آئے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے حلقہ درس سے فارغ ہوئے تھے، مولانا نے اس مسجد میں جمہور و جماعت کا انتظام کیا، اور مولانا قطب الدین صاحب فرنگی جلی بھی اتفاق سے بنارس تشریف لائے، اور ابوالان شریعت کی مسند درس کے صدر نشین بنے، اور جمہور کی غارتگیوں کی بھی امامت قبول فرمائی۔

مولانا قطب الدین فرنگی علی کا انتقال بنارس ہی میں ہوا۔ ان کے بعد ایک  
دوسرے بزرگ مولانا عبد العمد صاحب بناری امام مقرر ہوئے، ان کے انتقال کے  
بعد مولانا محمد کرم صاحب امام ہوئے، ان کے انتقال کے بعد مولانا غلام  
مصنف کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مدظلہ اس منصب پر فائز  
ہوئے اور ۳۳ سال تک اس منصب پر فائز رہے، لیکن ۵ سال کی طویل علالت  
نے بے دست و پا بنا دیا ہے، اور غلامسار تقریباً ۵ سال سے یہ خدمت انجام دے  
رہے، اللہ تعالیٰ موصوف کا سایہ تادیر قائم رکھے، (آمین)

## شاہ جہانگیر ابن اکبر بادشاہ

اکبر کے بعد اس کا بیٹا ابوالنظر نور الدین جہانگیر تخت پر بیٹھا، جہانگیر باوجودیکہ  
بہت ہی ناز و نعمت کیساتھ بڑھا تھا، پھر بھی اناسلیقہ مند تھا کہ میں بائیس برس تک  
سلطنت بھی ہوئی تھی، جہانگیر اپنے باپ کے مقابلے میں بڑا دیندار تھا، اور اس  
بادشاہ پر عام مورخوں نے عیش پرستی کے الزام لگائے ہیں، اگر بالفرض وہ عیش و  
ہوئیوں کو اس سے اس کی زندہ خدمات پر کیا اثر پڑتا ہے؟

## خواجہ محمد صالح حاکم بنارس

جہانگیر کے زمانے میں سلسلہ مطابق ۱۰۵۰ھ میں میر محمد باقر خاں حاکم اعلیٰ  
الکاشمی بن خواجہ محمد صالح بنارس کے حاکم مقرر ہوئے، جن کے نام سے بنارس  
میں خواجہ پورہ، مشہور ہے، اور حملہ جھٹن پورہ میں ایک کنواں تعمیر کرایا جو  
فوجد کنواں کے نام سے مشہور ہے۔

خود کا مسجد

جسٹن پورہ میں خواجہ محمد صالح نے مسکنہ میں یہ مسجد جہانگیر  
بادشاہ کے حکم سے تعمیر کرائی، یہ مسجد بڑی خوش نما اور بارون  
ہے، اور اب تو جدید تعمیر نے اس مسجد کی دلکشی میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے، مہراب کے  
ادپر ایک شاندار اور خوشحال استعین کتبہ لگا ہوا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے  
دین الہی کی تحریک جہانگیر کے عہد میں مرہ ہو چکی تھی اور دین احمد کا دلع ہوا، کتبہ یہ ہے:  
۱۔ شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر شہ کہ است  
۲۔ صورت اتمام گرفت این بنا در عہد آں  
۳۔ شہ رواج دین احمد در بنارس میں مقام  
۴۔ از خرد و اس کرد و ظاہر سال تا بخش سوال  
کتبہ: عبدالشکور بن عبدالرحیم روشن قلم

۱۰۲۰

(ترجمہ) ۱۔ شاہ نور الدین جہانگیر جو اکبر کے بیٹے، حتی کے سایہ دین کے حامی اور غلاموں کے ملک  
کے بادشاہ ہیں۔ ۲۔ یہ بنیاد ان ہی کے عہد میں مکمل ہوئی، اور یوم الحساب (قیامت) تک یہ  
جہاں میں باقی رہے، ۳۔ بنارس میں اس جگہ سے دین احمد کا دلع ہوا، اور اس عالیشان مسجد  
کے بانی محمد صالح ہیں، ۴۔ مہ عقل سے جب ظاہر نے اس کی تاریخ کا سال پوچھا تو خانہ حق  
قبلہ دین نبی جواب ملا

## شاہجہاں

جہانگیر کے انتقال کے بعد اسکا بیٹا شاہزادہ خرم جو شاہجہاں کے لقب سے مشہور  
ہوا تخت پر بیٹھا، اس کے زمانے میں ہندوستان کو کافی ترقی ہوئی، ملک کی آمدنی میں  
سے صرف مالگذاری ساڑھے سینتیس کروڑ تک پہنچ گئی، اقسام قسم کی عمارتیں تعمیر ہوئیں  
اگرہ کا تاج محل، دلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد خوش ذوقی کی گواہ ہیں، ان خوبیوں  
کے ساتھ حکومت کو بھی کافی ترقی ہوئی،

شاہجہاں کے دور حکومت میں بنارس میں تعمیر بنی، لیکن زوال  
سلطنت کے بعد منہدم ہو گئی تھی، انگریزی دور میں شیخ شہداء اللہ جاسی کو وال نے دوبارہ تعمیر  
کرائی اور یہ کتبہ نصب کرا دیا:

از محمد باقر درویش دل	مسجد خوشی و بنارس شد تمام
دردان سلطنت شاہجہاں	یافت ترتیب در جنس عالی مقام
سال تادیع بنا گس زغیب	گفت ہاتف مسجد فیض دوام

۱۰۶۸ھ

یہ کتبہ مسجد کی پہلی تعمیر کے وقت تھا اور محکمہ محراب میں نصب کر دیا گیا ہے،

## محمد شریف حاکم بنارس

شاہجہاں نے اپنی حکومت کے زمانے میں محمد شریف کو بنارس کا حاکم مقرر کیا،  
شاہجہاں کے بعد اسکا بیٹا عالمگیر شہنشاہ میں جب تخت پر بیٹھا تو اس وقت بھی محمد شریف  
بنارس کے حاکم تھے،

۱۰۶۹ھ میں شاہجہاں بیمار ہوا، اس وقت بڑا شاہزادہ داراشکوہ دہلی ہی  
میں اس کے پاس تھا، جو کافی ناز و نعمت پروردہ تھا، اور سر بیٹا شجاع نے کمال کا صوبہ دار تھا  
سب سے چھوٹا مراد گجرات میں تھا، اورنگ زیب مزاج و عادات میں تینوں بھائیوں  
سے بالکل الگ تھا، اور یہ خبر پھیلنے لگی کہ شاہجہاں کا انتقال ہو گیا، اب سر بھائی  
نے اگرہ کا رخ کیا، اور شجاع کو جیسے ہی پتہ چلا وہ بھی روانہ ہو گیا، اسی زمانے میں  
عالمگیر نے شہنشاہ میں دہلی کی مرکزی سلطنت پر قبضہ کیا، اور شجاع پر فوج کشی  
کر کے کھوجوا ضلع پور میں شکست دی، اور بنارس اس کی سلطنت میں داخل ہو گیا،

## اورنگ زیب عالمگیر

عالمگیر کے زیر حکومت ہو جانے کے بعد اسی سال شجاع نے بنارس پر حملہ کیا، گنگا کے اس پار بہاؤر میں داراشکوہ کی فوج سے مقابلہ ہوا، داراشکوہ کی فوج کا سپہ سالار جے سنگھ تھا، اس جنگ کے نتیجے میں شجاع شکست کھا کر بھاگا، دوسرے سال داراشکوہ کو عالمگیر نے شکست دی، اور شجاع نے موقع پا کر بنارس پر حملہ کر دیا، اور داراشکوہ کے قلعہ داررام داس کو نکال کر شہر کے مہاجنوں سے روپیہ وصول کر کے الہ آباد کے محاصرہ کیلئے روانہ ہوا۔

## داراشکوہ

داراشکوہ نے بنارس میں وہ شمالی خطرات انجام دیں جو کسی بادشاہ نے بھی نہیں دیں، ان کو آپس کے جھگڑوں نے اس کو تخت پر بیٹھے نہیں دیا، لیکن اس نے اپنے باپ شاہجہاں ہی کے عہد سے متعدد علمی کام کئے، جن کا تعلق بنارس ہی سے ہے، اس بنا پر داراشکوہ کے تذکرہ سے یہ کتاب خالی رہنا بے انصافی ہوگی۔

شاہجہاں کے چاروں بیٹے ایک ہی ماں (ممتاز محل بیگم) سے تھے، بڑا بیٹا یہی داراشکوہ تھا، مغربی و فارسی کی تعلیم باقاعدہ حاصل کی تھی، اور ان پر مثل اہل زبان کے عبور تھا، سنسکرت کی تعلیم بنارس کے مشہور پندتوں سے حاصل کی تھی، اور ان کے قیام کیلئے بنارس میں عمارتیں بنوا دی تھیں، اجوا ج بھی موجود ہیں، اللہ پرانی عدالت کے نام سے مشہور ہیں۔

شاہزادہ داراشکوہ کا علمی ذوق بہت بڑھا ہوا تھا، اور فن خوش نویسی میں بھی ماہر تھا، اس کے لکھے ہوئے فارسی قطعے اکثر لائبریریوں میں موجود ہیں، جن کے نیچے لکھا ہوا ہے "حررہ داراشکوہ"

داراشکوہ کو تصنیف و تالیف کا بڑا اچھا سلیقہ اور ذوق تھا، سفینۃ الاولیاء  
مجمع البحرین، ستر اسرار حق وغیرہ اس کی بڑی بے مثال تصانیف ہیں،  
اولیاء کرام سے اسے بڑی عقیدت تھی، ان کے بزرگروں سے اس کی عقیدت ظاہر  
خود بھی صوفی تھا، اور نو حید کا بیماری تھا، اس زمانے کے مترادف بزرگوں سے  
ایکے تعلقات تھے، بالخصوص حضرت شاہ محب اللہ صاحب الہ آبادی سے بڑی  
عقیدت تھی، چونکہ اس کا عقیدہ ہمہ اوست تھا، اس لیے عوام کے شریعت  
اسکے مذہبی عقائد سے بہت بدظن تھے،

بیاس چھانے جو چارویہ مشہور کر رکھے تھے، وہ مندوں کے  
نویسوں کا ترجمہ۔ یہاں سے گم ہو گئے تھے، سپہیوں کی ہزاروں سلطنتوں  
گذر گئیں مگر کسی نے بھی اس کی جانب کوئی توجہ نہ کی، شاہزادہ داراشکوہ نے کاشی  
اور کشمیر کی سمیر کرنے کے بعد ۱۱ سال کی مدت میں تمام پندھوں (ویڈوں) کا مذہبی  
ترجمہ کر لیا، اس خدمت پر ایک سو پچاس پنڈت اور سنیاہی رکھے گئے، اوپنڈ (یکم  
شعبہ) آخر میں یہ عبارت درج ہے :-

”ایں ترجمہ اپنا کرتا ہے ہر چار ہندو کہ موسم بہار اگر است کو تمام نور انوار  
..... محمد داراشکوہ در مدت شش ماہ آخر و شنبہ بیت و ششم ماہ رمضان  
سنہ ہجری یک ہزار و شصت و نود و سبقت در شہر دہلی و منزل سکبہ  
باتمام رسانید“

اس کتاب کے دیباچہ سے ایک بحث طلب مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ عالمگیر نے داراشکوہ  
کے مقابلہ کا قصد کیا تو اسکا سبب یہ ظاہر کیا کہ داراشکوہ بد عقیدہ اور بد دین ہے، اس لیے  
اگر وہ ہندوستان کا فرمانروا ہوا تو ملک میں بے دینی پھیل جائیگی، اہم موخوں کا یہ خیال ہے کہ  
یہ شخص ایک فریب تھا، نہ داراشکوہ بے دین تھا، اور نہ عالمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا،

سے اٹھ کر کاش از منشی کلمہ لال //

دارانگر، کمرہ داراشکوہ، باغ داراشکوہ یہ سب داراشکوہ کے نام سے یادگار ہیں  
 مسجد قدم رسول: عالمگیری کے دور حکومت میں محمد شریف حاکم بنارس نے  
 ۱۹۲۶ء مطابق ۱۲۴۶ھ میں مسجد قدم رسول کی تعمیر کرائی جو تیلیالہ میں موجود ہے،  
 عمرہ دراز گزرنے کے بعد منہدم ہو گئی تھی، ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں اسکی از  
 سر نو مرمت ہوئی، مسجد کے اندر دیوار کے چاروں طرف اسی عہد کا کتبہ لگا ہوا ہے، اسے  
 زبے بلند بنا مسجد شرف افزا  
 بنہ بجدہ سرا پنجا کہ آفتاب منیر  
 لدہ رواں توجہ راہ بہشت می پری  
 چہ سر سویت درینجا کلام پاک و چہ سر  
 بلند قدسے زبے افتادہ کے خاک میس  
 شرف خیزو خاکی کہ شد بنا مسجد  
 نہ ہر کسے بخیزد نہ سر خاک چوں آب  
 نہ بس کہ بر عہد او روزگار سراف  
 پئے دعا بر آید از استنباد ست  
 بجدہ گاہ خدا را بخو کہ می یابی

دلم چو خواش تاریخ کرد، یعنی گفت

زبے بنائے مبارک مکان جو خدا

۱۰۷۷ھ راقم بر مرزا محمد ابن محمد شریف

قدم رسول: اس مسجد کے محبروں میں قدم رسول کا نشان بتایا جاتا ہے، صحیح علم خدای کو یہاں  
 ایک تعمیر نشان موجود ہے، محبر کے دروازے پر محمد شریف کے دور حکومت کا یہ کتبہ موجود ہے،  
 دریاب جہاں قدرد دولت اینجا هست  
 نقش قدم ختم نبوت اینجا هست



**مسجد دھرم پورہ** - ”دھرم پورہ“ دیوبند کا بگڑا ہوا نقطہ ہے، جو دنیا کے کئیوں کے ایک محلہ ہے، اور بادشاہ اور اکیطرف منسوب ہے، اس مسجد کی بنیاد عالمگیر بادشاہ کے وقت میں رکھی گئی، لیکن اس کی باقاعدہ تعمیر سنہ ۱۱۹۵ھ مطابق سنہ ۱۷۸۳ء میں شاہ عالم بادشاہ کے دور حکومت میں نواب نصیر الدولہ علی ابراہیم خاں بہادر حاکم بنارس کی نگرانی میں ہوئی، پھر حکمرانانہ تحفظ و آثار قدیمہ کی جانب سے سنہ ۱۲۰۰ھ میں اس کے صحن اور پشتہ وغیرہ کی تعمیر ہوئی، جیسا کہ حکمرانانہ قدیمہ نے یہ دو کتبے بھی لگا دئے ہیں۔

حوالہ اول

(۱) ”در سلطنت شاہ عالم بادشاہ بہادر امیر الممالک عابد الدولہ گورنر جنرل مسٹر

ہشتین بہادر جلالت جنگ سنہ یک ہزار دیکھد و نو و ہشت ہجری نصیر الدولہ علی ابراہیم خاں حاکم بنارس تعمیر و مرمت نمود“

(۲) ”موجب حکم صاحبان کمیٹی حسب اللہ شاہ نواب گورنر جنرل بہادر و راجہ سی کو نسل برائے تعمیر و ترمیم عمارت و درستی و آراستگی طرق و شوارع بلکہ بنارس معین و مقررند، بہ تمام مسٹر پنشن بہ نسبت صاحب مسجد مذکور اگر از زیر تالاب شکستہ و خراب شدہ بود، در عرصہ دو سال اٹھائے سنہ ۱۲۰۰ھ لغت سنہ ۱۲۰۰ھ چمن مسجد عرش معصیہ آئے سنگ و چر پشتہ آئے رفیع سنگ طرف دریائے گنگا، اور پائے وسیع و بنا پائے رفیع و تیار و صدر و دروازہ بہترین بنادہ ترمیم و تعمیر یافت“

اس مسجد کی بڑی شان و شوکت اسکے دو میناروں کے دم سے قائم تھی، لیکن اس میں کبابیدوں مینار نہیں ہیں، اس کتاب میں ان دونوں میناروں کا فوٹو لگایا گیا ہے، جس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں، اور دونوں مینار گنگا کی سطح سے دو سو فٹ اونچے تھے، اور ان پر چڑھنے سے تمام شہر کی آبادی دکھائی دیتی تھی، اور

ایک عجیب سال پیدا ہوتا تھا، جنوبی مینار ۸ دسمبر ۱۳۶۹ء مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۹ء  
 اس کے رات کو اچانک منہدم ہو گیا، اور دوسرا مینار تو اس قدر خردوش تھا کہ محکمہ آثار  
 قدیمہ نے منہدم ہونے کے خوف سے اتار دیا۔

اس مسجد میں جامعہ دجاعت کا منتقل انتظام نہیں ہے، حضرت مولانا رضا علی صاحب  
 قطب بنارس (یہاں کے امام جمعہ تھے) اور ساری زندگی بڑی عورتی کیساتھ یہ فریاد انجام  
 دیتے رہے، پھر ان کے انتقال کے بعد یہ مسجد پھر آباد نہ ہو سکی، صرف رمضان شریف  
 میں تراویح کا انتظام ہوتا ہے،

## ابوالحسن حاکم بنارس

فقہ شریف حاکم بنارس کے انتقال کے بعد عالمگیر کٹر ف سے ابوالحسن بناری  
 کے حاکم مقرر ہوئے، اور بنارس کو نام عالمگیر نے محمد آباد رکھا، جیسا کہ عالمگیر کے تیس فرامین  
 میں محمد آباد عرف بنارس لکھا ہوا ہے،

ابوالحسن حاکم بنارس کی عہد میں عالمگیر کے بہت سے تاریخی آثار قائم ہوئے،  
 یہ دور انگریز مصنفین اور ان کی تقلید میں انگریزی خواں شہ کی نظر میں بڑا تاریکی ہے،  
 حالانکہ یہ ہندوستان کی تاریخ میں رواداری اور جمہوریت کا ایک روشن اور سنہرا باب ہے،  
 انگریزی مخالف عالمگیر کے وقت کی تاریخ میں جو مندرجہ لکھی ہیں، اس حقیقت کو انہما کر رہی  
 ہیں کہ عالمگیر ہی ایک ایسا بادشاہ تھا جس نے ایک بہترین اور مثالی حکومت کی،  
 اور رواداری کی مثالیں قائم کیں،

ابتداء میں تو اورنگ زیب عالمگیر کے سچے بہت سے دشمن لگ گئے تھے، لیکن  
 رفتہ رفتہ اسکے سارے دشمنوں کا قلع قمع ہو گیا، اور سارے ہندوستان میں بڑے بحیم اثر  
 دکن اطراف اس کی بادشاہت قائم ہو گئی، اور ۱۱۸۸ھ یعنی ۱۷۷۵ء تک قائم رہی،

اور سب ذیب اپنے حسن انتظام اور سلیقہ میں اپنے دوسرے کی نیوں سے ممتاز تھا، وہ مرزا و نندار اور پیر سیر کا رشتہ، اس نے کبھی سلطنت کا ایک پیر بھی اپنی ذات پر خرچ نہ کیا، بلکہ کبھی ٹوپی بنا کر اور کبھی قرآن شریف لکھ کر اپنی گذر گیا کرتا تھا، رعایا کی وجہ سے بھال اور لڑائے کے آرام و آسائش کی اسے بڑی فکر تھی، اس نے سلطنت کی قوت اس قدر بڑھا دی تھی کہ اس کے بعد بھی برسوں تک جنتی نہ ہو سکی، لیکن اس کو اس کے بودے اور کزور جانشین اسے بھال نہ سکے، اور کھل پرزے ڈھیلے ہونے لگے، بعد عالمگیر کے کارنامہ قیامت تک یا دو گار میں گئے، خصوصاً بنارس کے مندر اور ان کی غریبی روایات کی حفاظت سے متعلق عالمگیر نے جتنا کچھ کیا شاید کسی منسل بادشاہ نے اس کا نمونہ پیش کیا ہو۔

عالمگیر میں سندھوں کے سب سے عالمگیر کے دور حکومت سے پہلے کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابتدائی مکتب میں ہندو اور مسلمان یکساں تعلیم حاصل کرتے تھے، اور ان مکتبوں میں غیر مذہبی تعلیم ہوتی تھی، یہاں سے دلور ہونے کے بعد اعلیٰ مدارس میں پلے جاتے تھے، اور ہندو طلبہ اسے مذہبی مدرسوں سے پلے جاتے تھے، جہاں پر شاستر سے علاوہ طب و نجوم وغیرہ کی بھی تعلیم دی جاتی تھی، سندھوں کے مدارس عالمگیر کے عہد میں بھی قائم تھے، اور ان کا اہم مرکز بنارس تھا، خوانی خاں لکھتا ہے:

”دریائے کہ غمر سوان در بند سورت بود، بانہام زمانہ دار حبیب پیشہ نفسی نمود  
کہ چوں در قوم ما خطا بطراست کہ برائے تحصیل علم نجوم و طبایع، دشمن ستر سہنما  
بہ سہر وایہ از دور و نزدیک بہ بنارس رفتہ کیے از بر سہنما را، بنجارا استاد خود قرار  
ی دہند، و مزدور و درسی می توانند، و چون دشنام از طرف استاد خود کنار آید گنگ  
رفتہ موافق وایہ کہ مقرر است امر دہے، و اگر برائے منسل می آیند، بہ دستور و آئین  
مقرر خدمت ملی نمایند“ ج ۷ ص ۱۹

عالمگیر کے زمانے میں اس قسم کے مدرسوں کا وجود یہ حقیقت بھی واضح کرتا ہے کہ عالمگیر ان مدارس کے قیام و بقا کا مخالف نہ تھا، اور اس نے کسی بھی مدرسے کو نہیں توڑا، مسلمان بچے اپنے مذہب پر اور ہندوؤں کے بچے اپنے مذہب پر رہتے تھے، لیکن مولانا شبلی کا اس موقع پر عجیب و غریب بیان ملاحظہ ہو :-

۱۸۷۹ء یعنی تخت نشینی کے بارہویں بڑوں عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو مسلمانوں کو اپنے علوم پڑھاتے ہیں تو اس نے ان کے انسداد کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے عین بعد معتبر کے اطراف میں ہندوؤں نے شورش کی جس کو فرو کرنے کیلئے عبدالغنی خاں متھرا کا فوجدار کھانگیا اور ارگیا، اسی زمانہ کے قریب ۱۸۷۹ء میں بنارس کا بت خانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ بت خانہ جو ابو الفضل کی کوٹ سے شرسنگھ نے بنوایا تھا مسمار کر دیئے گئے، (اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر پڑے) ہمیں سمجھتا ہے کہ مندر گرائے جانے کا یہ ہندو مولانا کو کہاں سے ہاتھ آگئے؟ جبکہ عالمگیری نے بنارس کے مندروں کو جاگیریں عطا کیں، اور آج بھی عالمگیری کے ایسے فرامین موجود ہیں جن میں مندروں کے نہ مسمار کرنے کے احکام موجود ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے، یہاں زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ بنارس کے جس مندر کا کاشی ناتھ کا ہولہ دیا گیا ہے، بنارس میں اس کا کوئی وجود نہ تھا،

اسی طرح مولانا نے اپنے ایک مقالہ میں ایک اور قیاس آرائی فرمائی ہے کہ: داراشکوہ کے حالات سے قیاس ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ہندوؤں کو یہ جرات ہو گئی تھی کہ وہ غریب مسلمان بچوں کو اپنے ہاتھ شالوں میں دیوی اور مذہبی تعلیم دیتے تھے، (مقالات شبلی جلد ۱ ص ۱۰۲)

یہ بیان بھی کتنا حیرت انگیز ہے کہ صرف داراشکوہ کے حالات پر قیاس کر کے علی الاطلاق اس دور کے بنارس کے تمام مدرسوں میں ہندوؤں کی مذہبی تعلیم مسلمان بچوں

کیسے ضروری سمجھ لیا جائے حالانکہ اس بیان کی تائید میں مولانا نے کوئی تاریخی حوالہ نہیں دیا، داراشکوہ کے عقیدے کے متعلق مولانا کو مغالطہ ہوا ہے اور اسے بالکل ہندو سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ بہر حال مسلمان تھا، اتنا ضرور ہے کہ اس کے عقائد ڈگمگ تھے، لیکن نہ فیصلہ کر دیا کہ وہ ہندو تھا یا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ اس کی اسکی تصانیف سے اندازہ ہو سکتا ہے، داراشکوہ نے البتہ ان مدارس کے تحفظ و بقا کیلئے جو کوششیں کیں وہ عالمگیر نے بھی کیں، داراشکوہ نے اوپنشدوں (رویدوں) کے جو ترجمے کرائے ہیں ان کے دیباچے میں تحریر کرتا ہے کہ:-

”چوں دریں ایام بلوہ بنارس کردار العلوم اس قوم است تعلق باس جو ہے  
داشت، انہکت ہا کہ یعنی اسرار پوشیدنی باشند و منتہائے مطلب جمیع اولیاء  
الہی است در سہ یک ہزار کشف و ہفت ہجری بے غرضانہ ترجمہ نموده  
وہ مشککہ دہرمن ہندی تو حید کہ می خواست و طالب اُس بود نمی یافت “  
اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ داراشکوہ نے بنارس جیسے شہر کو دارالعلوم  
کی حیثیت سے تسلیم کر کے اپنا تعلق ظاہر کیا ہے، اور اپنشدوں کا بے غرضانہ ترجمہ کرایا،  
اس خدمت سے اس کا ہندوں پر ایک احسان ظاہر ہوتا ہے، اور یہ اس کی رولواری

کی ایک بہترین مثال ہے، **شہنشاہ عالمگیر** کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ  
عہد عالمگیر میں بھاشا کی بڑھ ریا۔ عالمگیر کے متعلق ایک خیال یہ بھی ہے کہ  
اس نے ہندوؤں کے علوم کی اشاعت مدد دی تھی، اور ان کے علوم اور زبان  
سے نہایت لغت رکھتا تھا، لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں نے بھاشا زبان پر جس  
قدر اس کے زانے میں توجہ کی پہلے کبھی نہیں کی تھی، گو عالمگیر سے پہلے بھی مسلمانوں  
میں ہندی نولز شہر اندر تھکے ہیں، ان میں حضرت امیر خسرو الملک محمد جالسی، عبد الرحیم  
خاناناں، شیخ محمد قزوینی، بکرائی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں،

نصیر ایران کا ایک مشہور شاعر تھا، وہ عالمگیر کے زمانے میں ایران سے آیا اور شاہی منصب داروں میں مقرر ہوا، اس نے بھاشا زبان میں انتہائی کمال حاصل کیا، اسی طرح عبد الجلیل بلگرامی (مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کے نانا) عالمگیر کے درباری تھے، اور مہدی کے بڑے ممتاز شاعر تھے،

اسی زمانے میں سید نظام الدین بلگرامی نے سنسکرت اور بھاشا کے علم ادب میں نہایت شہرت حاصل کی، اور سنسکرت کی تعلیم کیلئے بنارس کا سفر اختیار کیا، اور یہاں رہ کر اس علم کی تکمیل کی، ہندی موسیقی میں اس درجہ کا کمال پیدا کیا کہ لوگ ان کو نایک کہتے تھے، چنانچہ اس فن سے متعلق بھاشا میں دو کتابیں تصنیف "ناؤ چندر مکا" اور "بدھناک سبھکار" بھاشا میں "بدھناک" تخلص کرتے تھے، ان کا نمونہ یہ کام ہے:

۱۔ جو چتر ان جت چڑھے، نہ بڑھے بدھ بیدل گرنہ نہ گائے  
فرشتہ دل دل ترکیب و صورت، عطا کتب آسمانی، قدیم آسمانی

۲۔ بھارتی بھوری کری، ابھرنی، جب، جوگن، جوگ، اقصیہ گنائے  
گویائی سب گردانی، مرنائی

۳۔ جو کہ، جوت، جلی، نہ تھکی، بدھناک، گھونگھٹ، جھلی تارے  
چہرہ روشنی نام شاعر شوخی

۴۔ جھینن، دو کول جھے، جھلکی، انکھ، ابراجت، اچھ، ارجھائے  
باریک ڈوپٹہ زینب دینا ابے مثلی فریقہ کرنا

مطلب یہ ہے کہ تمہاری آنکھیں نقاب کے اندر جتنی خوش نما ہیں وہ فرشتوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتی، اور نہ آسمانی کتابوں میں ان کی تعریف پائی جاتی ہے، ہاڑی گویائی بھی ہیرت میں ہے، اور ایک زاہد مرنائے سے بچنے کے لئے ہلانے سے بھی زیادہ اس کا علاج ہے، نقاب ان آنکھوں کی خوبی کو نہیں چھپا سکتی، بلکہ باریک ڈوپٹہ اس کی خوبی کو اور بھی دو بالا کر دیتا ہے،

(سر دادا، میر غلام علی آزاد بلگرامی)

## عہد عالمگیر میں پرانے مندروں کا احترام

عالمگیر کے عہد میں ہندوؤں کے پرانے مندروں اور ان کے پرستوں کے حقوق کی حفاظت کے خیال سے فرمان جاری ہوئے، چنانچہ دار عبادی الاخریٰ ۱۰۶۶ھ یعنی جلوس کے دوسرے ہی سال بنارس کے ناظم ابو الحسن کے نام عالمگیر نے ایک فرمان جاری کیا تھا جس کی عکسی نقویر کا مریض اخبار انگلستان میں شائع ہوئی تھی، انگریز کرنل ڈی اسی خٹ نے بھی انگلستان سے اس فرمان کو جاری کیا، اور اس کا ذکر بھی اپنی تاریخ میں کیا ہے، اس فرمان میں بتصریح وہ لکھتا ہے:

”شریعت غزوہ کے مطابق گوئے مندر نہیں بنائے جاسکتے، لیکن پرانے مندروں کو توڑا بھی نہیں جاسکتا، یہ خبر ہمارے گوش گزار ہوئی کہ بعض حال اذراہ جبر و تعدی بنارس اور اس کے مضافات کے مندروں اور برہمنوں پر ہمہ قدیم بت خانوں کے پرست ہیں، تشدد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں کو ان کی پرستش سے الگ کر دیں، جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ یہ پجاری پریشان ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جائیں، اس لئے تم ابو الحسن کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس فرمان کے سرچیتے ہی ایسا انتظام کر دو کہ کوئی مسلمان تمہارے علاقہ کے برہمنوں اور دوسرے مندروں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے، اور ان کی تشویش کا باعث نہ ہو، تاکہ یہ جماعت بدستور سابق اپنی اپنی جگہ پر اور اپنے اپنے منصوبوں پر قائم رہ کر الٰہیتان قلب کیساتھ ہماری دولت خدا داد کے حق میں مصروف و عار ہے، اور اس باب میں تاکید مزید جانو“

جس عالمگیر کے قلم سے یہ فرمان جاری ہوا، اس کے متعلق یہ یاد کرنا کتنا میرا غلام ہے کہ

اس نے تمام ناظموں کو علی الاطلاق حکم دیدیا کہ سب مندرجہ حادئے جائیں اور ہندوؤں کے تمام مذرسے بند کر دئے جائیں،

اس فرمان کے علاوہ عالمگیر کے ہوتے سے فرمان اب بھی ہندوؤں اور ہندوؤں کی جاگیروں کے بارے میں ہیں، جن سے ان کی شفقت اور ہندوؤں کیساتھ برادرانہ برتاؤ ظاہر ہوتا ہے، چنانچہ سشنہ میں حکم گزرائیں کہ پناہ اس میں ایک جائداد دی، اور اس کے خاندان میں اب تک عالمگیر کا شاہی فرمان موجود ہے،

اس فرمان کے علاوہ اس کے نام کے فرامین تعلق کے عہد سے لیکر شاہجہاں کے عہد تک موجود ہیں، اور ان فرامین میں اس کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئی ہیں، بنارس میں رام مندر اور دھرم گھاٹ پر بھی عالمگیر نے جاگیریں بخشیں، وہاں بھی یہ فرامین موجود ہیں، کسی مسلمان نے جنگم کے دکانات پر ایک بار زبردستی قبضہ کر لیا تھا، اس نے عدالت میں استعانت کیا، قاضی نے جنگم کے حق میں فیصلہ دیا، اسد خاں جو عالمگیر کے اراد میں سے ہے، اس کے دربار سے بھی جنگم کو دگری ملی، یہ دونوں اصلی فیصلے آج بھی جنگم کے خاندان میں موجود ہیں، ان فیصلوں میں جنگم کیساتھ جس ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیر کے زمانے میں ہندوؤں کیساتھ کتنا اچھا برتاؤ ہوتا تھا، اسد خاں کے فیصلے میں عمال کو تاکید ہے کہ آئندہ مستغیث کو بھی اس قسم کی شکایت کا موقع نہ دیا جائے،

علاوہ ازیں بہت سے ایسے فرامین ہیں جو بنارس میں موجود ہیں، اور ندوۃ العلماء کے میلے اجلاس منعقدہ ۱۸۴۱ء اور اپریل ۱۹۰۶ء میں ہونے والے ہال بنارس کی علمی نمائش میں لگائے گئے تھے، ان فرامین میں مسلمانوں کے تحصب کا پروردہ چاک ہوتا ہے، یہ فرامین اگر ہندو معاشی یا کارہائے خیر کے متعلق ہوتے تھے، اور اس میں ہندو، مسلمان برابر کے شریک تھے، ہندوؤں سے لیکر عالمگیر تک کوئی بادشاہ ایسا نہیں گذرا جس نے ہندوؤں کو جاگیریں اور زمینیں نہ دی ہوں، اور یہ اداری کا سلوک نہ کیا ہو، ان فرامین کا اکثر و بیشتر حصہ



آج بھی موجود ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان جیسے طویل و عریض شہر میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک واقعہ نگار اور پرچہ نویس موجود تھے جن کا اہم فرض یہ ہوتا تھا کہ سلطنت میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک جہاں کہیں بھی کوئی شخص علم و فن کی خدمت میں معروف ہوتا تھا، فوراً پرچہ نویس بادشاہ کو اطلاع دیتا تھا اور وہاں سے جاگیریں، گاؤں یا کوئی زمین عطا کر دی جاتی تھی، یہ سلسلہ بنگال سے لیکر کشمیر تک پھیلا ہوا تھا، آج تار اور ٹیلی فون کے دور میں ان انتظامات کا تصور بھی ناممکن سا ہے، جہاں لکھنے والے ایک مختصر طور پر تزک میں ایک سال کے عطیات کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ایک سال میں تقریباً ایک لاکھ بیگمہ زمین اس قسم کے مصارف خیر میں عطا کی گئی،

لیکن یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ عالمگیر اس قسم کی فیاضیتوں میں اپنے باپ شاہجہاں اور دادا جہانگیر پر داد اکبر سے بھی بڑھا ہوا تھا، اس لئے کہ عالمگیر کے اس قسم کے فرائض بے شمار پائے جاتے ہیں اور اتنے کسی کے بھی نہیں،

اور رنگ زیب عالمگیر کے دو فرمان مسٹر ظہیر فاروقی نے اپنی کتاب *History of Aurangzeb* میں درج کئے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں،

”پہلا فرمان *السنۃ* اور دوسرا *فرمان السنۃ* ہے ان دونوں میں اورنگ زیب نے اپنے ماتحتوں کو تاکید کی ہے کہ وہ بنارس کے ماحوروں کے مندر کیلئے گوسا میں کے منائے میں داخل نہ دیں اور جو زمین مندر کی تعمیر کیلئے دی گئی ہے اس میں مداخلت نہ کریں، اور ایک تیسرے فرمان میں جو *السنۃ* کا ہے وہ تحریر ہے کہ بنارس کا کوئی برہمن اپنے غم غیب کے فرائض کی ادائیگی تک *السنۃ* سے روکے اور پرانا مندر مسمار نہ کیا جائے،

یہ عالمگیر کے غیر حکومت کی ایک اجمالی جھلک، قیاس کن رنگستان من بہار مرا

لیکن انگریزوں کے دور حکومت میں جو سبق پڑھایا گیا وہ اس کے برعکس ہے

تمہیں لے دے کے ساری داستانیں یاد ہے اٹا

کہ عالمگیر ہندو کش تھا، کالم تھا، ستھنر تھا

اس سلسلے میں حقیقت واضح کر دینا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی حکومت کا ہمیشہ

یہ امتیاز رہا ہے کہ اس کے یہاں دین و مذہب کو سب سے پہلا درجہ حاصل ہونے

کے باوجود دوسری قوموں کے ساتھ بہتر سلوک رہا ہے، چنانچہ انھوں نے ہندوستان

کے بہت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں کے ساتھ کبھی اس قسم کی کوئی زیادتی نہیں

کی، جب انھوں نے ہندوؤں کے مقدس شہر بنارس کو جس کی آبادی کا بڑا حصہ ہندو

مشتعل تھا، فتح کیا تو ان کے ساتھ بہت بہتر سلوک کیا، اور ان کے مذہبی شعائر کو راجھا دیا

یہ نوٹ ایک انگریز مصنف کا ہے جو شاہ معین الدین احمد ندوی نے اپنی کتاب

اسلام اور عربی تمدن میں نقل کیا ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

”مصنف کو چونکہ ہندوستان کی تاریخ سے زیادہ واقفیت نہیں ہے اس

لئے انھوں نے صرف ایک بنارس کی مثال دی ہے اور ہندوستان کی

تاریخ ان مسلمانوں کی دوا داری سے بھری ہوئی ہے“

## بنارس میں عہد عالمگیر کی چند اہم یادگاریں

امام عالمگیری (فوارہ) یہ مسجد ترقی تالاب کے پاس ہی واقع ہے اور

کافی شاندار اور وسیع ہے، پوری مسجد سنگین ہے اس لئے میں تعمیر ہوئی، جو عالمگیر

کے جلوس کا نوں سال ہے، مسجد کے اندر محراب پر قول و جہک مشتعل السجد الخاتم

کند ہے، جس سے سنہ سال تعمیر لکھا ہے

اسی ملکہ عالمگیر بادشاہ نے مفتی نور اللہ حسینی کو سرکاری عہدہ قضا پر مامور فرمایا تھا، جن کارکنان اور خانقاہ موجود ہے، اور مفتی صاحب کی مشورہ کیے بغیر نہیں ہوتی،

۲۔ خانقاہ حضرت مفتی نور اللہ حسینی صاحب مدظلہ العالی۔ قیام کا قاف ہے کہ یہ خانقاہ اپنے وقت کی عدالت تھی، اور یہاں مقدموں کے فیصلے ہوا کرتے تھے، ۱۰۹۶ھ میں یہ خانقاہ تعمیر ہوئی، دولت خانہ "مادہ تاریخ" ہے، جس سے ۱۰۹۶ھ سال تعمیر برآمد ہوتا ہے، خانقاہ کی دیوار پر اب تک یہ کتبہ لگا ہوا ہے،  
 یہ حکم شاہ سلطان شریعت      دلیل زہرا برہان طریقت  
 بشہاب آسمان سرفرازی      نور شاہ عالمگیر غازی  
 باستغواب نور اللہ مفتی      غلام درگم پیران حسینی  
 بنائے خانقاہ چہ جہت پیرا      ذر دولت خانہ تاجہ بخش پیرا

مدرسہ عالیہ مدرسہ حافظ امان اللہ حسینی صاحب مدظلہ العالی۔ حضرت مفتی نور اللہ حسینی کے بیٹے  
 امان اللہ حسینی نے یہاں عربی کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا، جو ایک جید عالم ائمہ طائفہ  
 بہاری کے ہمت پر قائم، ملا حبیب اللہ بہاری نے اپنی کتاب "مسلم الثبوت" میں حافظ  
 امان اللہ کا تذکرہ جایا کیا ہے، اب صرف مدرسہ کا نام باقی رہ گیا ہے،  
 حافظ امان اللہ بہاری کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں ہے، عالمگیر  
 نے ان کو لکھنؤ کا صدر الہند و مقرر کیا تھا جس زمانے میں یہ مدرسہ قائم ہوا تھا، اسی  
 زمانے میں ہندوستان کے مشہور عالم اور درس نظامیہ کے بانی ملا نظام الدین غزالی  
 علی نے بنارس آکر حافظ صاحب سے من امور عامہ کا درس لیا، اس وقت تاج  
 لایہ مدرسہ ہندوستان کا ایک مرکزیت مدرسہ تھا، اعلیٰ ہے کہ درس نظامیہ جو

طائفہ الدین کے نام سے منسوب ہے، بنارس ہی میں اس کی بنیاد رکھی گئی ہو،  
تقریباً حالات میری دوسری کتاب "مشارع بنارس" میں دیکھیں، یہاں پر عرض آتا  
تذکرہ ناگزیر تھا،

نیکمزار محل عالمگیری کے عہد حکومت میں ششہ میں شاہ عبداللہ ایک خاندانی  
بزرگ اور درویش کامل نے محض محل کے نام سے ایک بستان سرائے تعمیر کرایا، جو  
بچے وقت میں ایک اعلیٰ درجہ کا باغ تھا، تعمیر کی تاریخ "مراق بہشت" ہے،  
اب بالکل نشان مٹ گیا، صرف ایک سنگین دروازہ باقی ہے، یہ تیلیانا میں واقع ہے،  
شاہ شمسہ منزل۔ اسی سنہ میں عالمگیری کے ماموں امیر الامرا انواب شالہ  
خان نے دو پہلے دکن میں پھر بنارس میں متعین ہوئے، ایک سنگین اور عمدہ سرائے تعمیر  
کرائی جو شالہ منزل کے نام سے موسوم تھی، امتداد زمانہ کی وجہ سے سرائے بالکل  
منہدم ہو گئی، صرف جنوبی دروازوں اور دیواروں کا نشان باقی ہے، یہ سرائے علاج  
گھاٹ میں ہے، اس کے اندر ایک حمام بھی تھا جو ششہ میں ٹوڑ دیا گیا، اور کچی کاشتیں  
جانے والی سرنگ نکالی گئی،

۲۔ خواشقی اور معشوق کا مقبرہ عالمگیری کے عہد حکومت میں ششہ میں  
ایک عشق کا واقعہ پیش آیا جو قابل ذکر ہے، اس زمانے میں اس واقعے کو بڑی شہرت  
ہوئی، علامہ محمد عرسا بنارسی نے جو عالمگیری کے دور کے ایک حیدر عالم اور شاعر تھے،  
اس واقعے کو اپنی عشق میں نظم کیا ہے، اور بستان "السیاحتہ" میں "الحاج زین الدین" کے  
شیر والی نے بھی آج سے ۲۵ سال قبل اس واقعہ کو قدرے تبدیلی کیساتھ درج کیا ہے،  
واقعہ یوں ہوا کہ بنارس میں عبدالعزیز نامی ایک بڑے عابد و زاہد ہونے کے علاوہ  
عالی خاندان اور شاعر بھی تھے، ان کو اپنے بیٹے محمد یوسف سے بڑی محبت تھی، اتفاقاً  
سے ان کو ایران کا سفر درپیش آیا، اور حالات کچھ اس طرح کے پیدا ہو گئے کہ محمد یوسف

کو وہ سفر میں نہ لیا سکے، محمد یوسف آزادانہ بنارس میں سیر و تفریح کا مشغلہ اختیار  
 کئے ہوئے تھے، جہاں جی چاہتا چلے جاتے، اس زمانے میں ہر سال سادان کے مہینے  
 ہر اکر کو سالانہ پوزہ میں میلہ لگتا تھا، جہاں سیدنا مسعود غازی کا فرضی مقبرہ  
 ہے، یوسف بھی ایک مرتبہ اس میلے میں گئے، جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو ایک  
 مکان کی کھڑکی پر ایک خوبصورت لڑکی پر نظر پڑی، انظر پڑتے ہی ان کے ہوش اڑ  
 گئے، اور عشق کے تیرنے ایسا کاری ضرب لگایا کہ بڑی دیر تک وہیں کھڑے رہ  
 گئے، اتنے میں لوگوں کا ہجوم ہوا، لڑکی بھی وہاں سے ہٹ چکی تھی، یوسف کے ہوش  
 نہ ہو اس بجائے تھے، چار چار مکان واپس آئے، اور دن رات اسی لڑکی کا تصور  
 جگر کاٹ رہا تھا، گویا ان کو بے پناہ عشق پیدا ہو گیا، لڑکی کے والدین اور رشتہ داریوں  
 نے جب یہ کیفیت دیکھی تو تنگ و غیرت کی بنا پر مجبوراً محمد یوسف کے قتل کا ارادہ کیا،  
 لیکن کچھ سوچ کر اس ارادہ بد سے باز آئے، آخر میں یہ تجویز ہوئی کہ لڑکی کو نکاح کے اس  
 بار کسی قرابت دار کے یہاں بھونپا دیا جائے، تاکہ ادمر محمد یوسف کی آمد و رفت بند  
 ہو جائے، لڑکی ایک دایہ کے ہمراہ خانہ دہانگی میں بیٹھا کر دیہات کے کنارے لائی گئی،  
 اور جوں ہی کشتی پر سوار ہوئی، یوسف بھی وہیں آہو نچے مکان کا عشق ان کو یہاں بھی  
 لے آیا، آخر کر ایہ دے کر یہ بھی کشتی پر سوار ہوئے، کشتی جب نصف دریا تک پہنچی تو  
 دایہ نے یہ حکمت عملی کی کہ خفیہ طور پر لڑکی کی جوتی دریا میں ڈال دی، اور شور مچانے  
 لگا، اور یوسف کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمہیں صاحبزادی سے سچا عشق ہے تو جاؤ  
 جوتی نکال لاؤ، ورنہ وہ ننگے پاؤں کیسے چلے گی؟ یوسف دایہ کا حکم سنتے ہی بے خطر  
 دریا میں کود پڑے، اور دریا سے کشتی میں اس طرح ڈوب گیا کہ کبھی باہر نہ آئے،  
 اب لڑکی نے محمد یوسف کے اس طرح ڈوبنے اور عشق و محبت کی اس کیفیت  
 کو دیکھا تو اس کے دل پر بڑا اثر پڑا، اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا

ہو رہے تھے، کبھی یوسف کے ڈوبنے کا تصور، کبھی والدین اور اپنے عزیزوں کی یہ رکاوٹیں، یہ سوچ سوچ کر وہ کانپ اٹھتا،

اب بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یوسف لب اس دنیا ہی میں نہیں ہے، لیکن لڑکی سوچا کرتی تھی۔ "یوسف کیساتھ میں بھی کیوں نہیں کود پڑتی؟

کچھ دن گزر گئے تو کشتی بھی کے ذریعہ لڑکی واپس آ رہی تھی، نصف دریا تک جب کشتی پہنچی تو لڑکی لے دیا یہ سے پوچھا کہ وہ نوجوان کہاں غرق ہوا تھا، دایہ نے قیاساً کچھ پتہ بتا دیا، اتنے میں لڑکی بے تحاشا دریا میں کود پڑی، اور اس طرح اس نے یوسف پر جان قربان کر دینے کی مثال قائم کر دی،

لڑکی کے والدین اور رشتہ داروں نے یہ خبر سنی تو میرا دوا دیا، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، غور غوروں کو دونوں کی لاشیں لکڑی پر باندھ کر کیا، ان دونوں کی لاش جس وقت تکائی گئی ہے تو اس وقت یہ صورت تھی کہ یوسف کے ہاتھ پر لڑکی کا سر اور لڑکی کے ہاتھ پر یوسف کا سر تھا، اور ایک جان دو قالب کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ محلہ اورنگ آباد میں منڈ وٹویم رہانے والی سڑک پر ان دونوں کا مقبرہ ہے، اور دونوں ایک دوسرے کے پہلو میں دفن کئے گئے، قبر کے اوپر ایک سنگین چیت ہے، اور قبر اب ایک مسجد کے احاطہ میں واقع ہے اور عوام میں عاشق معشوق کا مقبرہ کے نام سے مشہور ہے، یوسف کے والد جب ایران سے واپس آئے تو یوسف کے یہ چنڈا شعرا لکھ کر مقبرہ کی چیت کے چاروں طرف کندہ کرا دیے،

فرزند عزیز نور دیدہ	ساکر وہ چراناز نہ گمانی تغ
ایں عمر عزیز در غم او	میرین غمزد و بعد تاوسف
یار بن حق صیب پاکت	کاند حق لا کئی تلف
تاریخ وفات او فرد گفت	در خلد مدام یا یوسف

**عشق کا ایک اور عجیب و غریب واقعہ ایک ایرانی مصنف**  
 زین العابدین شیرازی نے اپنی کتاب کستان السیاح میں رقمطرح شیراز چاہ دم  
 ایک واقعہ بنارس کی سیاحت کے بعد یہاں سن کر نقل کیا ہے، جو تقریباً ڈیڑھ  
 صدی قبل سیاحت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے انھیں کی جہاز کا ترجمہ ملا ہوا  
 معزز ہندوؤں کے اکابر اور مسلمانوں کی بڑی شخصیت نے اس فقیر سے  
 بیان کیا کہ اورنگ زیب بن شاہجہاں کے زمانے میں خراسان کا ایک تاجر بے پناہ  
 تجارتی مال و متاع لیکر ہندوستان آکر شہر بنارس میں وارد ہوا، اور ایک ہندو  
 لڑکی سے دل لگایا، اور اس کے پیچھے اتنا بڑا کرہم دون رات تک معشوقہ کے کوچہ  
 کی سیر کرتا رہا، اور اس مدت میں نہ اس نے کچھ کہا نہ سنا معشوقہ کا باب یہ حال دیکھ  
 کر اندیشہ میں پڑ گیا، اور عاشق کے دفعیہ کی چالہ چوٹی کرنے لگا، اور ایک بوڑھی  
 دایہ کو بلا کر اسی سے کہا،

خانہ دل مارا از کرم عمارت کن پیش از این کہ بس خانہ و خندید و برانی  
 یعنی: قبل اس کے کہ میرا یہ خند و یلان ہو جائے، اپنے کرم سے میرے دل کے گھر کو تعمیر کر دو،  
 دایہ نے کہا دل کو خوش رکھو، اور درخندہ خاطر رہو، میں اس اور کی چارہ چوٹی کر لوں  
 گی، اور انھیں اس اندیشہ سے فارغ کر دوں گی، اس نے تیرے گیب یہ لگائی کہ جو ہی ہی عاشقی  
 ادھر سے گذرا، اس کو آواز دی، اور کہا کہ تم کو موت قہارک ہو، و تمھاری متاع حیات  
 چھین لئی ہے، اور صاحبزادی صاحبہ مرحلی ہیں، اس نے یہ خبر سنی اور دل سے ایک آہ  
 سرد بھری۔۔۔ معشوقہ ہر روز صبح کو اپنے مذہبی رسوم کے مطابق اگر تڑپتی ہوئی لنگھا  
 کے گناہے نظر آتی، اتفاق سے دایہ کے اس کہنے کے دو سرے دن کی صبح کو اسے  
 اپنا ماروا عشق نظر نہ آیا، اپنے قریبی لوگوں اور عزیزوں سے چھاپا اس شخص کو کیا ہو گیا، اور

اورنگ آباد: یہ حملہ اورنگ زیب ہی کے نام سے مشہور ہے، اور اس میں  
 مسافروں کیلئے ایک عالی شان سرائے بھی اسی عہد میں تعمیر ہوئی جو اب تک موجود ہے،  
 اورنگ زیب کا انتقال

قریباً ۱۰ سال کی سلطنت کے بعد ۱۶ سال کی عمر میں اس بلند اقبال بادشاہ انتقال کیا،  
 عالمگیر کے انتقال کے بعد ہی اس کے تینوں بیٹوں معظّم، اعظم، اور کام بخش میں  
 جھگڑے شروع ہو گئے، اور آخر قتل و خون کی بجائے آئی، اور شاہزادہ معظّم شاہ  
 عالم بہادر شاہ اول کے نام سے تخت پر بیٹھا،

## معظّم شاہ عالم بہادر شاہ اول

شہزادوں کے آپس کے جھگڑوں پھر سکھوں اور راجپوتوں کی لڑائیوں سے  
 عالمگیر کی سلطنت کو جو دھچک لگے تھے، شاہ عالم معظّم نے بڑی حد تک ان کو سنبھالا، لیکن  
 باوجود ہی برس کے بعد انتقال کر گیا، تاہم اسے ہی دونوں میں ملک کی حالت سنبھال  
 گئی تھی کہ اگر اب بھی مغل شاہزادے اپنی سمجھ اور عقل سے کام لیتے تو یہ بددلتانک  
 ان کی دھاک قائم رہ سکتی تھی،

## جہاندار اور فرخ مسر

شاہ عالم معظّم کے انتقال کے بعد پھر خاندانی جھگڑے شروع ہوئے، اور آخر کار جہاندار  
 کو فتح کر کے جہاندار تخت پر بیٹھا، لیکن چند ہی دنوں میں دوسرے شہزادے نے اسے تخت سے



کے لڑکے فرخ سیر نے چڑھائی کی،

۱۲۲ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں جہاندار اور فرخ سیر کے درمیان جنگ کی ابتداء ہوئی،  
فرخ سیر نکال کے روانہ ہوا، اور ۱۲۸۱ھ کو تبرکستان میں سید راجہ اور دوسرے روز منظر سرگمیں قیام کیا،  
اس زمانے میں چھتری زمینداروں کو دبا کر بھجوا رہے تھے، نے ہر گنہ پندہ پر  
قصد کر لیا تھا، اور ان کے گریبارام وہاں کا خود مختار ہو گیا تھا، فرخ سیر نے اس سے ایک  
ٹاکوں پیشکش لیکر اس کو زمین داری کی سند دیدی، اور خود چٹارہ پر تے ہوئے الزام باد  
اور فتح پور کی جانب چلا گیا،

## نواب معمر خاں ناظم اعلیٰ بنارس

سلطان محمد فرخ سیر کے زمانہ حکومت ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۷۸۱ء میں نواب  
معمر خاں بنارس کے ناظم اعلیٰ تھے،

معمر خاں گنجانے کے نام سے موسوم ہے، اور اسی خطہ میں ان کا مقبرہ بھی ہے،  
نواب معمر خاں کا مکان حوض کٹورہ میں تھا، اور یہیں ان کی عدالت سمجھتی تھی، اور کٹورہ  
نام پڑنے کا ایک عجیب قصہ ہے،

حوض کٹورہ نواب صاحب نے اپنے خالی شانہ مکان میں ایک سنگ مرمر کا حوض  
تیار کیا تھا، ایک روز عدالت برخواست ہونے کے بعد اپنے حاضرین و متوسلین کو حکم  
دیا کہ کل صبح اندھیرے میں ایک ایک کٹورا دودھ سے بھر کر ہمارے حوض میں ڈال  
دیا جائے، صبح کو جب نواب صاحب نے حوض ملاحظہ فرمایا تو بھائے دودھ کے  
پانی سے بھرا ہوا تھا، چنانچہ سب کو حاضر کر کے دریافت کیا تو تمام لوگ شرمندہ ہوئے،  
اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ ہم میں سے ہر ایک آدمی اس دھوکے میں رہا کہ سب  
لوگ دودھ ڈال دیں گے تو ہمارا ایک کٹورا پانی ظاہر نہ ہوگا، مگر اتفاق وقت سے ہر

ایک نے یہی سوچا الزاب صاحب نے اس صداقت بیانی پر سب کو معاف کر دیا،  
اس واقعے سے اس محلہ کا نام حوض کنورہ پڑ گیا،

مسجد پاکر ملکہ محمد شہید - سلطان محمد فرخ سیرجہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ  
میں تعمیر ہوئی، محراب کے اوپر یہ کتبہ لگا ہوا ہے

ساختہ مقبول از صدق و صفا

۱۱ باد باقی مسجد عالی بپا

بادشاہ دین بناد باد کا ۱۱

۱۱ در زمان سلطنت فرخ سیر

گفت ہاتھ سجدہ پر درج خدا

سال تارخش ہزار غیب داد

۱۱۲۸ھ میں محمد حیات متولی ساکن محمد شہید نے اس مسجد کا دروازہ ۱۱۲۸ھ

دیگر تعمیر کرائی، اور یہ کتبہ دروازے پر نصب کیا،

ایں باب شد بنائے تاویخ دل شگفت

در را اساس کردہ محمد حیات گفت

۱۱۲۶ھ مطابق ۱۱۲۶ھ میں فرخ سیرجہ حکومت ختم ہو گئی، اور آگے

پچھے رفیع الدرجات اور رفیع الدنہ دو بادشاہ تخت پر بیٹھے گئے، لیکن پانچ

ہی مہینے میں دونوں کا انتقال ہو گیا،

## محمد شاہ

ان دونوں کے انتقال کے بعد محمد شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن زیادہ دنوں

تک وہ بھی نہ چل سکا، اور درکن کے سیدوں نے گرفتار کر کے ایک قلعہ میں اس کو

بند کر دیا، جہاں وہ پہلی محرم ۱۱۳۳ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۱۳۳ھ میں انتقال کر گیا،

فرخ سیر کی حکومت ختم ہونے کے بعد بنارس، جو بنور، غازی پور وغیرہ  
 اس کے ایک معاحب خاص مرتضیٰ خاں کو مل گئے، جو بطور زمینداری تھے،  
 بھر محمد شاہ نے اپنے دور میں نواب سعادت علی خاں نیت پوری کو بنارس  
 اور وہ، جو بنور کا صوبہ دار مقرر کیا، اور نواب مرتضیٰ علی خاں سے یہ تمام علاقے اکٹھے  
 کر ڈروپے میں لئے گئے، کیونکہ ان کو اپنے علاقہ کے قرب و جوار سے لنگھی کا اندیشہ تھا،  
 نواب سعادت علی خاں نے بھی بنارس میں بڑے علمی کارنامے انجام دئے،  
 اور اپنے علمی مرکز بنور بھی گیا، لیکن اس بنا پر کہ وہاں کے علماء اس سے ملنے نہیں آئے  
 خفا ہو کر چلا آیا، اور یہ حکم دیدیا کہ وہاں کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں، یہاں تک کہ تقریباً بیس  
 سے زخم ہو گئے،

### میر سید رستم علی حاکم بنارس

اس زمانے میں محمد شاہ نے میر سید رستم علی کو سنہ ۱۱۳۱ھ بمطابق سنہ ۱۷۱۸ء میں  
 بنارس کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا،  
 مرزا محمد نقی خاں اسی عہد میں مرزا محمد نقی خاں ایران سے بنارس آئے، اور ان کے  
 بھائی مرزا محمد صبیح کوں کو نادر شاہ درانی نے قتل کر دیا تھا، بلحاظ ضبط مراتبہ شاہی  
 حاکم وقت میر سید رستم علی کی طرف سے ان کی عمدہ کفالت ہوئی، اور مرزا محمد نقی خاں  
 کا مکان دال منڈی اور گوبند پور گلاں میں تھا،

نادر شاہ درانی کے جنوں سے ایران پر خراب اثر  
 شیخ علی حسینی اپنی اکیسیت سے لوگ وہاں سے بھاگ کر سندھ و ستان  
 چلے آئے، اور مرزا محمد نقی خاں کے دوست پوشتا مر شیخ علی حسینی سندھ و ستان آئے،  
 ایران سے چل کر بلتان، لاہور و دہلی میں قیام کرتے ہوئے بنارس آئے اور یہیں پہنچے،  
 پہنچے وہیں پر خاک جہاں کا خمیر تھا،

ایران کا یہ زندہ دل شاعر بنارس ہی کا ہو کر رہا، اور یہیں اس کی شہرت کا آغاز  
 نصف النہار ہو گیا، بنارس کے علاوہ اس نے اور کئی شہر میں رہنا پسند نہیں کیا،  
 چنانچہ حزیں کے کئی دوست نے جب ایران بلایا تو اس نے جواب میں یہ شعر لکھ دیا،  
 از بنار نہ آئے دم بعد عام است اینجا ہر بہمنہا سپرے لچمن و رام است اینجا  
 حزیں اپنی رنگین مزاجی میں منفرد تھے، اور بنارس کی جگہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے،  
 بری رخاں بنارس ہزار رنگارنگ ہے پرستش مہدیو چو کشتہ آسنگ  
 گنگ غسل کنند و بسنگ با مالند زہے شرافت سنگ زہے عاقبت گنگ  
 حزیں ایک جید عالم بھی تھے، مذہب کے اعتبار سے شیعہ تھے، لیکن بنارس  
 کے تمام لوگ ان کے حسن سلوک سے بڑے خوش تھے، ان کی ولادت اہل حقان  
 میں ہوئی، تاریخ پیدائشی، ہر جادی الثانی سنہ ۱۰۸۰ء ہے، والد کا نام ابو طالب  
 جیلانی ہے، دادیہالی مورث شیخ الاجل تاج الدین ابراہیم معروف بزرگ جیلانی ہے،  
 حزیں نے سیر و سیاحت اور کثرت مطالعہ سے علم و فضل میں اضافہ کیا،  
 ایران میں بعض خلوں کی بدولت جبریل نظمیں پیدا ہوئی تو ان کا کتب خانہ بھی مل گیا،  
 نادر شاہ جب دہلی چلا، اس زمانے میں حزیں دہلی آچکے تھے، چنانچہ ایک قصیدہ  
 دہلی بند کی ہو میں لکھ دیا، جس کی بنا پر شعرائے دہلی کو حزیں سے مخالفت اور  
 رقابت پیدا ہوئی، اس وقت دہلی میں رہنا مناسب نہیں سمجھا، اور بنگال کا قصد کیا،  
 چنانچہ راستے میں بنارس، عظیم آباد، دہلی، تھہرے، پٹنہ ہی سے ارادہ رخ کر کے  
 بنارس آئے اور مستقل قیام کیا،

علوم و فنون اس زمانہ کے باکمال لوگوں سے حاصل کئے، فن شعر سے فطری  
 مناسبت تھی، اور چہن ہی میں اس کا شوق ہو گیا تھا، والد چاہتے تھے کہ یہ شوق چھوٹ  
 جائے تاکہ طلب علم میں حرج نہ ہو، لیکن چونکہ یہ شوق فطری تھا اس لئے چھوٹ نہ سکا،

اور اس فن کے استاد کامل ہو گئے،

بانو دیم بریں مرتبہ راضی غالب  
شعر خود خواہش اُس کرد کہ گرد و فن ما  
حزین اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے، انھوں نے چار دیوان تصنیف کئے،  
ان میں سب سے اعلیٰ نسخہ خدا بخش اور بلیل و پبلک لائبریری پٹنہ میں موجود ہے،  
جس میں حزین کی ایک رنگین مطلق تصویر لگیا ہے، دوسرا نسخہ بہاراجہ ریاست بنارس  
کے قلعہ رامننگر کے کتب خانے میں ہے، یہ دونوں نسخے میری نظر سے متعجب و بارگزر  
چکے ہیں، افسوس ہے کہ سسہ کتابت کہیں درج نہیں ہے، دیوان کی لوح پر  
حزین نے یہ شعر لکھ کر اپنا دستخط کر دیا ہے،

ز دلش سخن سکہ جاوید بنام  
از صفحہ دلہا نشود محو کلام  
حزین کی شاعری کا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں، ہندوستان و پاکستان  
کا ممتاز تعلیم یافتہ طبقہ واقف ہے، درنہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب بلا و بیہ بلیل ہو جائیگی،  
مقصود صرف یہ ہے کہ بنارس کو حزین سے کیا فائدہ پہونچا؟ یہ واضح کیا جائے،  
شیخ علی حزین کا قیام دہلوی میں تھا، جواب شہر کا سب سے  
بڑا مرکز جیسے دہلوی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس

## وال منڈی

زمانے میں دال منڈی اور گو مند پورہ کلاں میں عام طریقے سے دال دینے اور اٹھا  
پیسے کا کام ہوتا تھا، حزین کو چکیوں کے چلنے کی آواز ناگوار معلوم ہوئی، جس سے  
اس کے معمولات میں خلل واقع ہوتا تھا، اچانک اس پیشہ کے کرنیوالوں کو جاکر منع  
کر دیا، اور بالخصوص اپنی جیب خاص سے سب کی تنخواہیں مقرر کر دیں،  
ایک ہارسادیں میں قحط پڑا، حزین نے اپنی جیب سے حاکم بنارس کو بڑی

دو پونچائی، اور رعایا کیلئے غلہ کا محصل مہیا کر دیا،  
حزین کی ایک بڑی دلچسپ وضع یہ تھی کہ کسی لازم سے گفتگو نہیں کرتے

تھے، اور اشارہ و کنایہ سے کام نہ لگاتے تھے، اور یہ وضع یہاں تک نہجائی کہ ایک رات کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول تھے، بلا جانک شمع کا گھڑا، جس سے تمام قریش و تابعین مسند و منجانب و غیرہ جل گئے، حزیں تنہا کتاب لئے مکان سے باہر نکل پڑے نہ کسی کو آواز دی اور نہ کسی کو جگایا، بعض متوسلین نے عرض کیا کہ انشا نقصان ہوا آپ نے کسی کو اطلاع نہیں دی حزیں نے جواب دیا کہ ہم کو کام پر عادات کے خلاف تھا، صرف اتنی سی بات کیلئے وضع کو ترک کرنا اور سوتوں کو جگانا اور ارنہ ہوا۔ حزیں کی ایک وضع یہ بھی تھی کہ کسی سے نہ ملاقات کرنے جاتے اور نہ کسی کی تعظیم کیلئے اٹھتے، اسوائے شاہ عالم کے آپ نے کسی کی تعظیم نہ کی، انشاہ عالم خود ان کی قیام گاہ پر بھی آئے تھے،

اگر جادی الاولیٰ سنہ ۸۰۰ھ میں وفات پائی، مقبرہ فاطمان میں ہے، حزیں نے اپنی قبر پہلے ہی سے تیار کرادی تھی،

مسجد فاطمان (الیوان) و شہر نشتر ایران اور شہر نشین یادگار ہے، مسجد ۴۰۰ھ میں تعمیر ہوئی، اس وقت حزیں کی عمر ۴۶ سال کی تھی، تعمیر کی یہ تاریخ محراب میں کندہ ہے،

جسہ بز خاک نہ وزدیں مسجد کہ برائے عبادت است اینجا

بہر تاریخ این بنا یافت گفت درگاہ حاجت است اینجا

فاطمان کی یہ مسجد دوبارہ فہر کے ایک نامور خاندانی طبیب حکیم ابوعلی محمد جعفر صاحب تعمیر کرائی اور یہ کتبہ نصب کرایا،

آں محمد جعفر علی نفس بانی مسجد شد از لطف کرم

معمر تاریخ باشد حال جگہ نیک است از فضل حکیم

مولانا غلام علی آزاد بکراچی نے یہ تاریخ وفات لکھی ہے،

علامہ محمد عسکری و شاعر خوب افسوس کہ میانہ پر فرست  
تاریخ وفات از فاضل شریعت  
مولانا آزاد لکھنؤی سے خوشنویس کی طاقات منظر دستہ کے علاقہ میں بولی  
شیخ ایران سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ جس میں شیخ نے اسے قسم سے خوش  
لکھنؤ مولانا کے حوالہ کیا، شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک دیوان بھی مولانا کو ایک شخص سے مل گیا  
اسے یہ آپ نے چند اشعار اپنی کتاب آثار الکریم دفتر دوم میں نقل کئے ہیں،  
شیخ علی حزیں کا مزار خاں میں ہے الریت مزار ایران کے ہاتھ کی یہ عبارت کثرت ہے  
العتد الراحمی الی رحمتہ ربہ یحییٰ فی اللہ عو بعلی ابن ابی طالب البیلانی  
اس کے نیچے یہ تین شعر درج ہیں :-

حزین الہائے رہ پیا بے سہشتگی دیدم  
ہمیں دامن محبت بودہ ام دیگر نمی دامن  
لوشن شد از وصال تو شبہائے تارا  
سر شہیدہ بر بالین آسائش رسید اینجا  
ہمیں دامن دگرش از دوست پناہ شنید اینجا  
صبح قیامت است چراغ مزارا ایا

مولانا فیاض علی بناری (وفات ۱۳۱۲ھ) نے اوپر کے پہلے شعر سے مختلف  
طریقوں پر یہ طور سے شیخ کی تاریخ وفات لکالی ہے اور اس موضوع پر ایک رسالہ  
بھی تحریر کیا ہے جو کہ قابل دید ہے

حزین نے دہلی کے زمانہ قیام میں اپنے حالات خود لکھے تھے جو مطبع نو لکھنؤ  
لکھنؤ میں کلیات کے ساتھ چھپ گئے ہیں پھر بنارس کے زمانہ قیام میں واقعات سرگزشت  
کے نام سے ایک خود نوشت برائے عمری تحریر کی جو مفاد سند برائے بنارس  
راہنہ میں چھپ چکی ہے شیخ نے ایک رسالہ غلیات میں بھی لکھا ہے جو حکیم  
محمد صادق مرحوم صاحب دہلی پور بنارس کے کتب خانے میں موجود ہے  
غزوہ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے میں شیخ حزیں کی تاریخ حزیں کا ایک

قلی نسخہ موجود ہے، حزیں نے تذکرہ شعراء کے نام سے ایک ضخیم تذکرہ لکھا تھا، یہ بھی زندہ کے کتب خانے میں موجود ہے، علامہ سید سلیمان ندوی نے اس پر یہ یادداشت لکھ رکھی ہے،

مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی مرحوم کے کتب خانہ حبیب الرحمن خاں علی گڑھ میں حزیں کو ۱۵ غزویہ کلیات کے علاوہ اور بھی دو ضخیم کلیات ہیں، مولانا مرحوم نے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ریالیسوس اجلاس، متحدہ بنارس کے موقع پر بنارس اور حزیں کے عنوان سے ایک بڑا اجلاس اور علمی خطبہ صدارت پڑھا تھا، جو مولوی محمد عتیق خاں شیروانی کے اہتمام سے مستشرق رانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں چھپ گیا ہے، اور اب بھی دستیاب ہو سکتا ہے،

مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی کا ایک خط مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے نام کاروان خیال میں شائع ہوا ہے، جس میں انھوں نے مولانا آزاد کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ علامہ شبلی نے شعر العجم میں حزیں کا تذکرہ نہیں کیا، کاش حزیں کا یہ شعر ان کے کان میں پہنچ جاتا،

کیفیت صیباست مجام سخن من      اسے بادہ گساروں برسانید و مانے

## رانی جھوانی سنگال

سلطان محمد فرخ عسیری کے زمانے میں سنگال کی رانی جھوانی بنارس آئیں اور بنارس میں بہت سے تالاب اور گھاٹ بنوائے، ان ہی تالابوں میں سے ایک عید گاہ تالاب کا تالاب بھی ہے، لنگر خانے بھی بہت سے بنوائے، اور بنارس والوں پر احسانات کئے،



## سلطان مجاہد الدین ابوالنصر احمد شاہ

محمد شاہ کے قلعہ میں بند کئے جانے اور وفات پانے کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، اگر اس کے اندر کچھ بھی ہمت و صلاحیت ہوتی تو یہ سلطنت سنبھالنے کا موقع تھا، مگر محمد شاہ عیش و آرام کا ولولہ تھا، اسی لئے وہ رنگیلے شاہ کے نام سے مشہور ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت جس کی بنیادیں پہلے ہی سے مل گئی تھیں اب اور بھی کمزور ہو گئیں، امرتھوں کی لوٹ مار نے سارے ملک میں ایک اُفت مجاوی، ایران سے نادر شاہ کے چند باغی ہندوستان آئے، نادر شاہ نے لکھا کہ باغیوں کو دایس کر دو لیکن یہاں رنگ رلیوں سے فرصت ہی کہاں تھی؟ غصہ میں نادر شاہ ۱۱۵۸ھ میں ہندوستان آیا، اصف جاہ نے بیچ میں پڑ کر محالہ سلجنا یا جانا، لیکن اودھ کے صوبہ دار برہان الملک نے بھڑا دیا، اور دہلی میں خون کی ہولناں کھیلی تھیں، اس حملہ کے بعد مخلوں کا اثر ختم ہو گیا اور محمد شاہ کا ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۱۷۱ھ میں انتقال ہو گیا پھر اس کا لڑکا احمد شاہ تخت پر بیٹھا، لیکن ۱۱۶۴ھ میں اسکو تخت سے اتار کر قید خانہ میں ڈال دیا، اور معظم شاہ کے پوتے کو عالمگیر ثانی کے نام سے بادشاہ بنا دیا،

## برہان الملک سعادت خاں حاکم بنارس

محمد شاہ رنگیلے کے دربار میں نیشاپور سے ایک سیماہی سعادت خاں داخل ہوا، جس کا اصلی نام محمد امین تھا، اور ہندوستان اگر اس کا نام سعادت خاں ہو گیا پھر شاہی دربار سے برہان الملک کا خطاب عطا ہوا،

نادر شاہ کے قتل و غارتگری کی ساری ذمہ داری اسی کے سرعائد ہوتی ہے،  
 اور نادر شاہی قتل عام کا سولہ لاکھ واقعہ پیش آیا احمد شاہ نے نگیلے نے اس کو اپنے زمانہ  
 حکومت میں اردو حکاکم مقرر کیا تھا چنانچہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی تحریر فرماتے ہیں،  
 "چوں برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری در آغاز جنگ محمد شاہ حاکم صوبہ بلوچ  
 شد و اکثر بلاد عمدہ صوبہ اراک آباد و نیز دارالخوار چون پور، بنارس، غازی پور، کٹرہ  
 ملک پور و کڑہ جہاں آباد و غیرہ ضمیمہ حکومت گردید"

اس سے معلوم ہوا کہ بنارس بھی اسی سعادت خاں کے حکومت کے ضمیمہ میں داخل ہو گیا،  
 اس حاکم نے تمام وظائف بند کر دیئے، اور مخلوق کو بڑی پریشانیوں میں مبتلا کر دیا،  
 اس پر بال ملک کا ایک بھائی تھا جس کو احمد شاہ نے نگیلے کے دربار سے ابو النصور  
 صفدر جنگ کا خطاب عطا ہوا تھا، پھر احمد شاہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس کو  
 بنارس کا حاکم بنایا،

## نواب صفدر جنگ حاکم بنارس

۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۷ء میں احمد شاہ نے نواب صفدر جنگ کو بنارس  
 حاکم بنایا تھا، جو احمد شاہ کی سلطنت کی مدت تک بنارس کے حاکم تھے،

## سلطان عزیز الدین عالمگیر ثانی

مظفر شاہ کا پوتا عالمگیر ثانی تخت نشین ہوا، اور ادھر نادر شاہ کے مرنے کے  
 بعد احمد شاہ ابدالی نے افغانستان اور پنجاب پر قبضہ کر لیا، اور اس عالمگیر ثانی کے زمانے  
 میں وزیر غازی الدین نے پنجاب پر قبضہ کر لیا، لیکن احمد شاہ نے برصغیر کو

تھام کر لی، اور نجیب الدولہ کو اپنا نائب بنایا، اور دہلی کی بادشاہت شاہ عالم ثانی کو سپرد کر کے واپس ہوا،

راجہ بلونت سنگھ

سلطان عزیز الدین عالمگیر ثانی پھر سلطان جلال الدین عالمی گوہر کے زمانے میں ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۸۱ھ تک۔ راجہ بلونت سنگھ ریاست بنارس کے حکمران تھے، انکے دو دیوان تھے، ۱۔ دینا ناتھ: جن کے نام سے بنارس میں گولہ دینا ناتھ مشہور ہے، ۲۔ دھونڈھا بھگت: جن کے نام سے دیوان گنج اور دیوان گھاٹ ہے،

## لعل خاں

راجہ بلونت سنگھ دانی بنارس کے خاص مشاحب اور میرا لال لعل خاں تھے، یہ ایک افغانی شہر تھے، سفارت کا کام بھی ان سے متعلق تھا، کچھ عرصہ تک جو پور میں حاکم رہ چکے تھے، حسن تقریر اور ان کے ادب شناسی سے راجہ بہت خوش تھے،

جو ہٹ لعل خاں بنارس میں چوتھے لعل خاں ان ہی کے نام سے مشہور ہے۔ جو گس دقت میں شہر کا بڑا مرکز بنی بازار تھا، لعل خاں سفارت میں مشہور تھے، تین سو سے زیادہ اشخاص روزانہ ان کے دسترخوان سے کھانا کھاتے تھے، اور روزانہ دو سو فقیر دل کو ایک روپیہ سے لیکر پانچ روپیہ تک نقد تقسیم کرتے تھے،

حضرت شاہ کاسمؒ اس زمانے میں ایک درویش بزرگ تھے، لعل خاں کو

ان سے بڑی حقیقت تھی اکثر شاہد کمزار فی راج گھاٹ میں ذوب شامستہ خاں  
کی بنوائی ہوئی سرکے کے قریب ہے، اور رقبہ سے اندازاً قصبہ مسجد نبی اس کے  
متصل ہے مشہور ہے کہ وہاں قدم رسول کا نشان بھی ہے۔

بعل خاں نے ملک اللہ کے میں وفات پائی، راج گھاٹ میں راجہ نار کے پرانے  
قلعہ کے پاس گنگا کے کنارے بنی ہوئی سراب کا خوشنما مقبرہ ہے، قصبہ بڑا شاندار  
ہے اور شہر میں اس غور کا کوئی مقبرہ نہیں ہے، اور وہاں پر سنگ مرمر کا ایک کتبہ لکھا ہوا ہے:

هو الفتح المنيح

در بیدار لال خاں آں مرد بیکنا	کہ بود اندر مخاچوں ابرو دریا
سنی موت با شجاعت ہر دو میت	علم و جنگ نامی شیکہ افرختہ
مساکیں پرورد درویش رافت	موجد لبیکہ خاں بختی شہر دوست
زویا رخت چوں مردانہ برست	نقل رخت حتی رتبہ جہت
یغتم سال و چمنش فور اللہ	قوی مرقدا ہے مرد آگاہ

۱۱۸۴ھ

## سلطان دوم ابن سلطان علی

سلطان علی کے مرتے سلطان دوم اسی زمانے میں بنارس آئے، اور یہیں پر  
۱۱۸۵ھ میں وفات پائی ۱۱۹۱ھ کی عمر میں انتقال ہوا تھا اولاد ان کے پوربہ اور وار  
سے باہر قبرستان میں ان کی قبر ہے، اور سر پائے یہ کتبہ نصب ہے:

مسیحاں دوم شہزادہ نسین	کہ بود از جہرہ عباسیہ آئے
ز سلطان و کمنہ بیوئے غازی	با دو نیم سیر بادشہ روزے
بہر شہر و شہر زخت از جہاں	ز مرگش آئے دلچ لے ہوئے
چو سال جانش خستہ ز خاطر	کہ سوئے خلد کے شد باد و پائے
مجزئی در آید گفت بافت	الہی مسکن او خلد فرمائے

۱۱۸۸ھ

## سلطنت مغلیہ کا خاتمہ

احمد شاہ دہلی کی سلطنت شاہ عالم ثانی کو سپرد کر کے چلے گئے، لیکن اب دہلی کی مرکزی حکومت برائے نام ہی رہ گئی تھی، اور نہ مغلوں میں اب حکومت کی دم سی باقی تھی، اخذی دنوں میں یہ کیا کر لیا بیکار ہو گیا، بنارس میں راجہ بلونت سنگھ کے زمانے میں تمام اختیارات نواب آصف الدولہ والی صوبہ اودھ و بنارس کو حاصل تھے،

۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۸۶ھ میں راجہ بلونت سنگھ کا انتقال ہو گیا اور نواب شجاعت اپنے بیٹے آصف الدولہ کے ساتھ بنارس آئے، اور ۲۵ جمادی الاول ۱۲۸۶ھ کو انگریزوں کے راجہ بلونت سنگھ کے بیٹے راجہ جیت سنگھ کو بیعت پر دی باجو اوسان سنگھ (مدار المہام راجہ بنارس) راجہ بنا دیا۔

راجہ پورہ - بنارس میں راجہ جیت سنگھ کے نام سے راجہ پورہ مشہور ہے، راجہ پورہ قمار بازار جس کو باجو بازار اور وہاں کی آبادی کو اوسان گنج کہتے ہیں، راجہ اوسان سنگھ کے نام سے موسوم ہے اور وہاں قلعہ بھی ہے۔

## انگریزوں کا قہم ہندوستان میں

ہندوستان کی مالداری و دولت کے قہم تو ساری دنیا میں مشہور تھے، یورپ کی قوموں کو بھی اصرار ہے اس سے نفع اٹھانے کی فکر لگی تھی، اسی وجہ میں پرتگیزی جہاز و اسکوٹی گانا ایک عرب مسلمان کی مدد سے ۱۴۹۸ء میں کالی کٹ ہو نجا، اور ہندوستان پر راستہ کھل گیا، پرتگیزیوں کی دیکھا دیکھی مالدیو، بحر ہندی، سویڈن، فرانس، اور انگلستان کے سوداگروں نے بھی ہندوستان کا رخ کیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں

انگریزوں اور فرانسیسیوں کے علاوہ سب کے قدم اکھڑ گئے، آگے چل کر فرانس کو بھی  
 سامنے سے ٹھنڈا اور انگریزوں کیلئے میدان صاف ہو گیا،  
 انگریزوں کو اگر مولوں اور عیسویوں کے ختم ہوتے ہی ہندوستان پہنچ گئے  
 ۱۸۵۹ء میں ملکہ الزبتھ کی اجازت سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے سوڈین سوڈین ملک  
 صرف تجارت سے سروکار رکھا، لیکن اورنگ زیب اور معظم شاہ کے بعد سلطنت کو  
 زوال ہوا تو مغل سلطنت کی بنیادیں ایسی ہلکیں کہ ملک بھر میں جھگڑے شروع ہو گئے،  
 فوج اکھڑا، دولت اودھ اور بنارس کے فرمانروائے، اور ۱۸۵۹ء مطابق  
 ۱۲۷۵ھ میں بنارس، جونی پور، آغا پور، چنار گڑھ کو گورنمنٹ انڈیا متعلقہ  
 جارج سوم شاہ انگلستان کو بذریعہ معاہدہ ایسٹ انڈیا کمپنی حوالہ کر کے سپرد کی  
 کی سند تحریر کی گئی،

انگریزوں نے آہستہ آہستہ سارے ہندوستان میں قدم جمائے، اور  
 حیدر آباد، کرناٹک میں جھگڑے برپا ہوئے، اور ۱۸۵۷ء میں حیدر آباد اور کرناٹک اور  
 اس کے بعد ہی شمال پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا، اور اس کے بعد جبکہ لڑائیاں ہوئیں  
 انگریزوں نے دیکھتے ہی دیکھتے کلکتہ سے دہلی اور میسور سے ہمالیہ کی ترائی تک  
 اپنا قبضہ جمایا، صرف پنجاب میں سکھوں کی حکومت تھی، لیکن آخر میں وہ بھی انگریزوں  
 کے ماتحت ہو گئی،

برما، سندھ، اور اودھ کی بعض ریاستیں قائم تھیں، لیکن انگریزوں نے  
 ان کو بھی جیلے نہ دیا، ۱۲۶۸ء میں برما کے راجہ سے جنگ ہوئی، اور آسام کا صوبہ  
 اور برہما پڑا احمد انگریزی سلطنت میں آ گیا، اور ۱۲۷۳ء میں کشمیر سے راس کمار  
 اور درہ خیر سے لیکر برما تک انگریزی حکومت قائم ہو گئی،  
 دہلی کے آخری فرمانروا بہادر شاہ ظفر گرفتار کر کے دکن بھیجے گئے، اور لالہ  
 کا آخری چرغ بھی گل ہو گیا، ۱۸۵۷ء چرغ نور تارخ ظفر آباد و جونپور ۱۸۵۷ء

۱۲۴۷ء میں غدر ہوا اور کپنی کاراج قائم ہو گیا اور انگلستان کی حکومت نے ہندوستان کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا، یکم نومبر ۱۲۵۵ء کو آلہ آباد میں ایک بڑا دہریہ ہوا جس میں بلکہ دکنوریہ کی جانب سے عام معافی کا اعلان کیا گیا اور لوگوں کو اطمینان دلایا گیا کہ اب ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی،

بنارس انگریزی دور حکومت جھگڑوں اور فسادوں سے محفوظ تھا اور ادھر ادھر کے فسادات کا کوئی اثر بنارس میں نہیں پڑا اور آل سلطنت منسلک کے بعد یہاں کے چند خاص اور اہم تاریخی واقعات قابل ذکر ہیں جو آئندہ بترتیب سن لکھے جاتے ہیں۔ ۱۲۸۱ء سے لے کر پہلے کسی وقت میں دلہن ہسٹنگز نے جو فوج و نیم بنگال کا پہلا گورنر تھا اس نے بنارس میں انگریزی فوج رہنے کیلئے کوٹرز بنوائے تھے اور اس کا آب کوئی نشان باقی نہیں رہے اب صرف یہ جگہ کیر جوڑا میں آج اخبار کے دفتر کے سامنے موجود ہے اور اسکے اندر بنائے گئے ابابہ کی دیوار پر انگریزی میں یہ تحریر ہے،

"In the garden within this wall were the quarters occupied in the autumn of 1781, By Warren Hastings First governor general of Fort William in Bengal."

## انگریزی دور حکومت کے تاریخی واقعات

### ۱۔ عدالت کے قوانین اور شرعی فیصلے

انگریزی حکومت کی ابتدا میں اسلامی اور شرعی قانون کے مطابق حکمرانی اور دیوانی کے مقدمات کے فیصلے ہوتے رہے، البتہ عدالت دیوانی میں کسی قدر ترمیم کی گئی تھی

اس زمانے میں مرلاہ واصل علی خاں قاضی القضاۃ نے شرعی قوانین کو جمع کر کے ایک کتاب ذخیرہ "ترتیب دی تھی اس وقت تک بیچ اور چھپ جسطح وغیرہ کا فقدان نہ تھا نہ بیچ کو قاضی اور چھپ جسطح کو قاضی القضاۃ اور حکمران کو حاکم کہتے تھے،

## ۲۔ مرزا محمد حسن خاں بہادر حاکم بنارس

ابتداءً حکومت میں پہلے اہل جب تکہ قریبی قاضی قائم ہوا تو مرزا محمد حسن خاں حاکم مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے امامی مقرر ہوئے،  
**حضرت مرزا امامی** - ریشم کراہ کے متصل جس کو اب چھپتے کہتے ہیں انھیں کے نام سے مشہور ہے،

## ۳۔ شہزادہ مرزا جواں نعت خلف شاہ عالم

۱۲۰۱ھ مطابق ۱۷۸۵ء میں خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ شہزادہ جواں الملقب بہ جہاندار شاہ خلف اکبر دہلی عہد شاہ عالم فرخ آباد سے بنارس آئے اور یہیں رہ گئے، ان کی ولادت میں شہزادہ مرزا خرم نعت بہادر اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام تھے، ۱۲۱۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، بادشاہ باغ فاطمان میں مدفون ہوئے، قبر پر سید علی گڑھی، جو خرم نعت سلطان جہاندار  
 بنا خوش سروساز اسماں نعت  
 بفرودس از پے او بجائے خرم

مرزا صاحب بڑے ہی علم دوست آدمی تھے، اور بہت سی فارسی کی کتابیں انھیں نقل کر کے رکھ رکھ کر پڑھیں، لیکن بعد کو گویا ان کے مول فروخت ہو گئیں، بعض کتابیں بہادر بنارس کی انسٹیٹ لائبریری رامنگری محفوظ ہیں، اور میری نظر سے گزر چکی ہیں،  
 مرزا خرم نعت اور ان کے بھائی مرزا علی قند کا مکان شیوالہ میں ہے، ان کے مجھ سے بھائی مرزا ابوالفتح راج گھاٹ میں رہتے تھے، اور وہیں ان کے مکانات کھنڈر



کی صورت میں ہیں، اور بلاقعی بھی فاطمان ہی میں مدفون ہیں اور ان کی قبر پر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے:

شہید با صدق بولاقی مرزا  
زوم زندگیش تا لب مرگ  
کس واکس ہمارا دہہ عمر  
روح پاکش سفر خلد گزید  
خو اسم سال وفاتش عارف  
الا باساکن القصر المصطفیٰ  
لہ الملک فیادی کل یوم  
کربخیز تخم نکوئے نکشت  
نشدی صادر از فعلی زشت  
زکرم خوان کریمہ فرست  
رفت و بر خاک تن خاکش  
باقی گفت رواں شد رشت  
ستدفن عنقریب فی القبر  
لہ الملک فیادی کل یوم  
بہشت مردم ۱۲۹۵

### ۴۔ نواب علی ابراہیم خاں گورنر بنارس

۱۲۰۱ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں نواب علی ابراہیم خاں عظیم آبادی نے جو نواب ناظم ہاروننگال کے سرکار کے متوکل تھے انعامت گزیدہ بنے تھے ان کے لیے انگریزی حکومت کی ملازمت کرنی، اور لارڈ کزنو السیر کے زمانے میں بنارس کے چیف کمشنر بن گئے، اور بنارس ہی میں ۱۸۹۳ء میں ان کا انتقال ہو گیا، اور ان کا مایاں مدفون ہو گئے، نواب صاحب کے مکانات آج بھی موجود ہیں،

نواب کی ڈیوٹی ان ہی کے نام سے موسوم ہے،  
نواب علی ابراہیم خاں نے اپنے زمانے میں ۱۸۹۸ء میں مسجد دہرہ حرہ کی مین کرائی، اور عمارت میں ترمیم کی، اور ایک کتبہ مسجد کے اندر نصب کیا،

نواب صاحب بڑے عظیم دوست تھے بنارس کے زمانہ قیام میں بہت سی کامیابی تصنیف کیں، جن میں تذکرہ شعراء، وقائع جنگ مرہٹہ، خلاصۃ الکرام، تذکرہ ائمہ، زیادہ مشہور ہیں، ان کے انتقال کے بعد مرزا اعلیٰ لطیف نے تذکرہ شعراء کے تعقیب

اجرا کر اردو ترجمہ کر کے گلشنِ ہند کے نام سے شائع کیا، لیکن ایک مدت تک یہ ترجمہ  
 کیاب رہا، بالآخر حیدر آباد دکن کی پریس ۱۲۲۲ھ کی شدید طغیانی میں زمانے میں اس کا  
 ایک کتبہ زور نشین مولوی عبداللہ خاں مرحوم کو دستیاب ہوا، اور انھوں نے مولوی  
 عبداللہ صاحب بی اے (انجمن ترقی اردو والے) سے ایک تفصیلی دیباچہ لکھوا کر  
 ۱۲۹۰ھ میں مطبع رفاه عام لاہور سے شائع کیا۔ خلافتِ انکلام فارسی گوشترا کا ایک  
 تذکرہ ہے جس میں ۱۸۰۶ تنویات کا انتخاب ہے، اس کو اب صاحب نے ۱۱۹۸ھ  
 میں مکمل کر لیا ہے۔ وقائع جنگ مرہٹہ: یہ کتاب لاہور کا راجہ ٹھٹھس سے زلیخہ میں  
 ۱۲۰۱ھ میں بنارس کے زمانہ قیام میں مرتب کی، خاتمہ میں بیجا پور کی تحریر ہے:-  
 الحمد للہ الشکر کہ بال ہزار دودھ دیک بھری دربارہ بنارس صورت انعام  
 یافت، امید کہ پسند شایع پندیرگان و مقبول عام و خاص گردد۔

## ۵۔ قاضی القضاۃ مولوی واصل علی خاں

۱۲۰۵ھ مطابق ۱۷۹۲ء میں قاضی القضاۃ مولوی واصل علی خاں دوبارہ بنارس  
 آئے اور محلہ گورن میں قیام پذیر ہوئے، اور اکثر لوگوں کو عمدہ قضا کی سند ملی اب محلہ  
 گورن کو قاضی پورہ کہاں کہا جاتا ہے، گو گورن کوئی نہیں کہتا،  
 امام محمد کا لٹکھنؤ

۱۲۲۲ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں بنارس میں ایک برائے نام راجہ سنگھ نے بنارس میں بلوہ لا  
 کے نام سے غوام میں راج بھی مشہور ہے۔ اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ عالمگیر بادشاہ  
 کی فتانی سمجھ کے قریب متصل امام باڑہ کلاں ایک پتھر کا ستون قائم تھا جس کو لٹکھنؤ  
 کہتے ہیں۔ یہاں اس کو دھوپ گھڑی سمجھتے تھے، اس کے متعلق یہاں اذان و دعوت  
 کا انتظام کر دیا، اور ہندو اس کو متبرک سمجھ کر وہاں بوجا کرتے تھے۔ چنانچہ فرہین میں

سخت لڑائی ہوئی اور مطابق اشتہار فوجداری بنارس، ارمی سنہ ۱۸۱۰ء نمبر ۱۵۵۸

صاحب مجسٹریٹ ہمارے تصدیق ہوا  
لاٹ بحیرہ کی تاریخ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہے، صرف فرضی قصبے اور  
سنی منائی روایات ہیں، تاریخ کی کسی کتاب میں بھی اس کی کوئی سند نہیں ہے،  
یہاں تک کہ سندوں کی قدیم اور تاریخی کتاب کا منی گھنڈ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے،  
سندوں کا زبانی بیان یہ ہے کہ صدیوں سے ایک مہدی کپال بھیجے اور تالاب میں بوسہ  
کپال میں چون وجود پذیر نہیں، لیکن اس کی کوئی سند نہیں ہے،

لاٹ کے نام سے جو سنتوں سے وہ عید گاہ کے بیچ میں واقع ہے اور چاروں  
طرف مسجد کا حصہ ہے، یہ پہلے ۵۰ فٹ بلند تھا اور اس پر کتبہ لگا ہوا تھا جیسا کہ بعض  
انگریز سیاحوں نے اس کی تصدیق کی ہے،

لیکن یہ واقعہ ہے کہ یہ عید گاہ کسی مندر کی جگہ تعمیر نہیں ہوئی، اور نہ کسی سامان  
بادشاہ سے اس کی توقع کی جا سکتی تھی، اس جگہ اسلامی آثار کی جو کشتی ہے اس  
سے یہ قیاس آرائی تقریباً ناممکن ہے، اور جابجا قتائی مسجدیں اور گورنریاں ہیں  
جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ اہل اسلام کا قدیمی ورثہ ہے، اہمال صدیوں  
سے ان کی ہڈیاں دفن ہیں، یہ عید گاہ سے نیچے تالاب کے مغربی حصے میں ایک  
رائے کالیک کتبہ ایک قتائی مسجد کی محراب میں لگا ہوا ہے، وہ یہ ہے :-

افتادہ بجاگ کاروانے اینجاست      اسودہ ز کشتش جہانے اینجاست  
یمنی ز جہاں گم کردہ اینجاست      کز عالم بے نشان نشانے اینجاست

موجودہ عید گاہ کی تعمیر سنہ ۱۲۵۹ء میں ہوئی، محراب میں یہ کتبہ لگا ہوا ہے :-

فدیک ہزار و دو صد و پنجاہ و نہ استحکام و وسعت یافت

سنہ مطابق سنہ ۱۸۹۲ء میں سردار رحمت اللہ صاحب مرحوم متولی مسجد

نے فرش مسجد کو وسیع کرنے کی غرض سے آرائشی کا ایک جزو حاصل کیا، جس کا پرچوٹ اب تک لٹا ہے، ہندوؤں کو اقرار نامہ کی برد سے لب تک پوجا پاٹ کی اجازت تھی، اور لائٹ کی حدود کے اندر جا کر اپنے مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں، ایلا کے موقع پر اس اقرار نامہ کے دو سے جو سردار عبدالستار صاحب مرحوم اور مہنت نرسنگھ داس کے درمیان ۱۶ دسمبر ۱۹۳۳ء میں ہوا، درج کر رہا ہوں، ان کی تفصیل رپورٹ اینڈیشنل سب ججی دویم لجنہ التماس ۱۹۳۳ء میں ہے۔

### ۷۔ بلوہ ٹیکس

۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء میں بلوہ ٹیکس ہوا، واقعہ یہ ہے کہ بنارس میں انگریزی حکومت ٹیکس جاری کرنا چاہتی تھی، ہندو اور مسلمانوں نے متفقہ طور سے اس کے خلاف اقدام کیا، جس کے نتیجے میں سخت تنگنا مہم ہوئی، آخر راجہ اودت سنگھ سادہ کے ذریعہ اور کوشش سے تصفیہ ہوا، اور بابو شیو نرائن پسر یا بوا دسا سنگھ کو اس کے صلہ میں گورنمنٹ سے خلعت ملی،

### ۸۔ کوتوالی کی مسجد چاندنی چوک

اسی سنہ میں جناب مرزا کریم اللہ بنگ رئیس بکرتو مدار المہام جو پور نے ایک تختہ لکھ سنگین مسجد بنوائی، جو چاندنی چوک میں کوتوالی کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، قراب میں یہ کتبہ لگا ہوا ہے،

چوں کریم اللہ از حسن یقین  
آفریں قریب جہا برہمنش  
خامہ رقم شد زرد کے اعتقاد

کرد مسجد را بطرز نوین  
بے اہل گفت ہر مرد خدا  
مکان حق است تاریخ بنیا

## ۹۔ حارج چہارم کی تخت نشینی

۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۲۲ء میں جارج سوم کا انتقال ہوا، اور ان کے لڑکے ہارج

چہارم قائم مقام ہوئے، ۱۰۔ انگریزی سکوں کا رواج

۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں ولیم شاہ انگلستان کا سکہ ہندوستان میں

رائج ہوا

## ۱۱۔ مسجد تلوچن بازار

۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں تلوچن بازار کے ایک مشہور رئیس وضو بخش نے دریا  
کے کنارے بلذری پر تلوچن گات میں ایک مسجد تعمیر کرائی، محراب میں یہ تاریخ کندہ ہے:

مشہور تعمیر مسجد برب گنگ

سن بنیاد او خوش گفت یافت

اسکے بعد ۱۲۵۵ھ میں اسی کے قریب تلوچن بازار کی سرنگ پر دوسری مسجد بنوائی، محراب میں یہ ہے:

علاہت دھن و بخشو

ہماندم از سر الہام یافت

۱۲۵۸ھ

## ۱۲۔ اردو شکر سرکار رواج

۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں دفتر کلکٹری سے فارسی تحریر برطرف کر دی گئی اور

اردو تحریر کا رواج ہوا، ۱۳۔ ولیم چہارم شاہ انگلستان کی وفات

۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۲۷ء میں ہرجون کو ولیم چہارم شاہ انگلستان کی وفات

ہوئی اور ان کی بھتیجی کوئٹن وکٹوریہ فرامروائے انگلستان و ہندوستان ہوئیں،

### ۱۵۔ بلوہ پستیری

۱۷۵۸ء مطابق ۱۸۲۶ء میں بلوہ پستیری ہوا، بنارس کے مختلف بازاروں میں مختلف اوزان رائج تھے احاکم کے اس اعلان سے کہ وزن ایک رہے، بلوہ فرو ہوا،

### ۱۶۔ مسجد اورنگ آباد

۱۷۶۵ء مطابق ۱۸۵۹ء میں شیخ خدیج بخش نامی سوداگر نے اورنگ آباد میں ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی،

### ۱۷۔ پلہ کا دھماکہ

۱۷۶۶ء مطابق ۱۸۵۰ء میں پلہ کا خطرناک واقعہ پیش آیا، جو غلام میں پلہ کے نام سے مشہور ہے جس کا واقعہ یہ ہوا کہ سرکاری کشتیوں پر ایک میگزین رائج گھاٹ آیا، اتفاقاً بارود کا ایک پیسہ رات کو کسی طرح اڑ گیا، جس سے زمین کو آتش ساخت صدمہ ہوا کہ زلزلہ پیدا ہوا، کنارے کے بہت سے مکانات منہدم ہو گئے، اور مرزا باقی صاحب کا مکان بھی اسی صدمہ سے منہدم ہو گیا، اس کا اثر کسی کو سنایا، ایک میل کا علاقہ اور چوہدری لال خاں کی عمارتیں بھی منہدم ہو گئیں، جہاں پہلے شہر کا مرکزی بازار تھا، اور بنارس سے بارہ گوس کے فاصلے پر چٹائی کی عمارتوں کے قریب سے گزر کر ٹوٹ گئے،

### ۱۸۔ قیدیوں کا بلوہ

۱۷۶۸ء مطابق ۱۸۵۲ء کو بنارس ڈسٹرکٹ جیل کے قیدیوں میں سخت بلوہ ہوا، جس کا واقعہ یہ ہوا کہ چند مفسدین نے مشورہ کیا کہ ہندو اور مسلمان قیدی جو اپنے

ہاتھ سے کھاتے اور بکاتے ہیں اب ایک جگہ بیٹا کر کھائے جیسے گے اور لاندہ سب  
 ہو جائیں گے جس کے نتیجے میں چوکاٹاٹ، انانی اٹلی، اکبریاں بلوہ کی صورت ہوئی،  
 مگر بلوہ دیو نرائن سنگھ کی تہذیب و حسن کارگذاری سے بلوہ فرو نہوا، اور اسکے صلے میں راؤ کا  
 خطاب ملا ۱۹۰۰ء زر افروز چٹا پور

۱۲۶۹ء مطابق ۱۸۵۶ء میں ایک عجیب الحقت جانور زر افروز مہاراجہ بنارس  
 کے یہاں آنا، اور کچھ شے باغ میں رکھا گیا، یہ جانور افریقہ میں ہوتا ہے، گردن اور منہ کی  
 طرح سب سے میل کی طرح، اور رنگ ہرن جیسا ہوتا ہے،

## ۲۰۔ کوئٹس کالج

۱۲۶۹ء مطابق ۱۸۵۶ء میں گاجنگ طرز کی ایک خوبصورت اور بڑی شاندار  
 کوئٹس کالج کی تعمیر ہوئی، اور صرف گورنمنٹ کا خرچ ۳۶۹۰ پونڈ ہوا، اور میں اور  
 مندرجہ ذیل کے چند سے اس کے علاوہ ہیں، جن کے ناموں شے کتبے لگے ہوئے ہیں  
 برٹش گورنمنٹ نے اس سے زیادہ شاندار عمارت کوئی نہیں تیار کی، یہ عمارت بسٹر کٹوئی  
 مشہور ماہر فن تعمیر نے بنائی تھی، انچ کی برجی ۵، فٹ اونچی ہے، صدر مال ۶۰ x ۳۰  
 فٹ اور ۳۲ فٹ اونچا ہے۔ کالج کے شمال میں ایک وسیع کھیا کوئٹس ہے جس  
 کے اندر سوخ پتھر کا ایک ستون ۳۱ فٹ لمبا کھڑا ہے، جو موضع پہلا دیو وضع غازی پور  
 سے جنگا کر ستر طاسن گورنر ممالک مغربی و شمالی نے نصب کرایا، یہ بڑا قدیم ہے اور  
 اس پر قدیم زمانے کی ایک تحریر کندہ ہے، اس کے نیچے ستر طاسن نے کتبہ بھی لگا دیا ہے۔

۱۱۔ اس ستون زمان قدیم در موضع پہلا دیو متعلقہ وضع غازی پور ہم رسید، موجب  
 حکم جناب مستطاب محلی القاب نواب جیس ٹاسن صاحب بہادر لفسٹ گورنر  
 ممالک مغربی و شمالی اور نیر اعانت اخراجات باربر و لکڑی از طرف جناب ممدوح

لہجہ جناب ولیم کافراہ پٹن صاحب لغت سکندریہ پیرس ۱۸۵۳ء  
 بمقام بنارس رسید و حسب الارشاد گورنمنٹ انجینس صاحب لغت بمکال  
 انجینس در ماہ مئی ۱۸۵۳ء برابر اگر دیو  
 اب جمہوری حکومت نے اس کالج کی حیثیت بدل کر سنسکرت یونیورسٹی کر  
 دی ہے اور بہت سی عمارتیں اور ہوٹل تعمیر ہو چکے ہیں

## ۲۱۔ مرزا حب علی بیگ سرور

۲۶ ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں مرزا حب علی بیگ سرور ایک باکمال  
 ادیب اور مایہ ناز شاعر جو غازی الدین حیدر دہلی لکھنؤ کے وقت میں پھر واجد علی شاہ  
 کے آخری وقت میں تھے، مہاراجہ اشرفی پرشاد دہرائی سنگھ بہادر کا شفیق تریش  
 دہلی بنارس نے انھیں اپنا خاص شفیق سمجھ کر بنارس طلب کیا، چنانچہ سرور بنارس آئے،  
 اور مہاراجہ بنارس نے بے انتہا قدر کی، اور سرور نے اپنی زندگی کے بقیہ اٹھ سال وہیں گزار  
 دیے، اور بنارس میں ان کی دو عظیم الشان تصنیفیں وجود میں آئیں، *نگار اوردہ الشیستان* سرور  
 پہلی کتاب مہاراجہ بنارس کی پہلی فرمائش تھی جو ہدائی العشاق کا ترجمہ ہے، اور مرزا غالب  
 نے اس پر بڑی پرزور تقریر لکھی ہے، سرور کو بنارس ہی مہاراجہ پٹیلہ نے مرنے کے  
 جوڑے ملائے، جبکہ مہاراجہ بنارس کے مہمان تھے، سرور نے تقریباً ۸۰ سال کی عمر میں  
 بنارس میں ۲۸ھ میں وفات پائی، ناالہامان کے باری دروازے کے قبرستان میں  
 ان کا مزار ہے، اور اس کے قریب ہی مایہ ناز محسب کے پوتے کا بھی مزار ہے

## ۲۲۔ نواب سکندر بیگ صاحبہ والیہ بھوپال

۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں نواب سکندر بیگ صاحبہ والیہ بھوپال کسی خاص خدمت



سے بنارس تشریف لائیں، مہاراجہ بنارس نے ان کی خدمت میں چند اشیاء قیمتی بطور تحفہ بھیجی  
۱۸۶۱ء میں مہاراجہ بنارس نے ان کے خیمے میں مذاقات کی، اور اسکے دوسرے دن بیگم  
صاحبہ مہاراجہ کی کوشی میں آئیں، اگر نلی جانانی اسیر بنارس سی پی پولیسکال ایجنٹ بحوال  
اور نواب صدیق حسن خاں صاحب بہادر و محمد جلال ظفریہ راز اللہ ہام وغیرہ ساتھ آئے تھے۔

### ۲۲۔ سر سید احمد خاں

۱۸۳۸ء مطابق ۱۲۵۶ھ میں سر سید احمد خاں کی تہذیبی بنارس میں ہوئی، اللہ  
پہاں پر سر سید نے بہت سے رفقاء عام کے کام کیے، بنارس میں انھیں یہ خیال ہوا کہ ہومبولڈ  
ظرفہ غلام سے کوئی طریقہ بہتر نہیں ہے، اپنا ۱۸۶۱ء میں انھوں نے بنارس میں اس  
کیلئے ایک کمیٹی بنائی، اور اسی سال ایک شرفا خانہ بنام "ہومبولڈ سینسری ایڈاپٹیشن"  
کھولا، جو اسی کمیٹی کے ماتحت تھا، اس کے پریریزڈنٹ مہاراجہ بنارس اور سکریٹری خود  
سر سید تھے، اس شرفا خانہ کا پرچار ہندوؤں میں دونوں میں دور و نزدیک تک ہو گیا، پہلے ہی میں  
۱۸۶۱ء میں ملنے آئے، سر سید نے اس کے اصول و علاج پر ایک کچھ لکھی دیا، اور ایک  
رسالہ بھی لکھ کر شائع کیا۔ اسی سن میں بنارس کے چند سربراہ اور وہ ہندوؤں کو یہ خیال  
پیدا ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو سرکاری عدالتوں سے اردو زبان اور فارسی خط و قریب ہو جائے،  
اور اس کی جگہ بھاشا زبالی جاری ہو جو دیوناگری میں لکھی جائے، چنانچہ اس کام کیلئے ہندوؤں  
نے کمیٹیاں اور سمجھاؤں بنائیں اور گورنمنٹ کو میموریل بھیجے، سر سید کہتے تھے کہ یہ پہلا موقع  
تھا جب مسیحی نصیبن ہو گیا کہ انہیں دو اور مسلمان کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا، اور دونوں  
کو ملکر دونوں کیلئے ساتھ ساتھ کوشش کرنا محال ہے، سر سید نے اردو کی حمایت میں سنائی  
لیکھ، اس وقت اردو کے مخالفوں میں تدریس کا کارگر نہ ہو سکیں،  
۱۸۸۸ء میں ہندوؤں سے ایجوکیشن کمیشن کو میموریل بھیجے، سر سید نے باقاعدہ

طریقے سے کمیشن پر قائم کر دیا کہ مسئلہ تعلیمی نہیں ہے، بلکہ بہت بڑا ایجوکیشنل مسئلہ ہے جس کے ساتھ گورنمنٹ کے ملکی مصالح وابستہ ہیں اس کی بحث ایجوکیشن کمیشن سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی، انہوں نے سرانٹونی مکڈاؤل لٹنٹ گورنر کی خدمت میں ہر ایک میموریل اردو کی مخالفت اور ہندی کی موافقت میں پیش کیا، اگرچہ سرسید اس زمانے میں ہجویم اور رنج و الم کے سبب (جس کا سب سے بڑا سبب ان کے بڑے بیٹے سرسید جاس کی غلامت اور سو بزرگ تھا) ایک مسئلہ کا عالم تھا کہ وہ بالکل لٹنٹ بر دیار بن گئے تھے مگر اسی حالت میں انہوں نے ایک مضمون لکھا جو ۱۹ مارچ کے الٹی ٹیوٹ گزٹ میں سرسید کی وفات سے ۹ دن پہلے شائع ہوا، اس کے بعد انہوں نے میموریل کے خلاف اردو زبان اور فارسی خط کی ترقی پر دلچسپی دی، لیکن اس وقت برائے وقت کے عدالتوں کی زبان میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں سمجھی، لیکن سرسید کے انتقال کے بعد ۱۹ اپریل ۱۸۹۱ء میں وہ مشہور روزنامہ لٹنٹ پاس ہوا جس میں عدالت کی زبان پر ہندی یا اردو کے انگریزی رکھی گئی،

سرسید جن سال بنائے گئے تھے اسی سال وہ اپنے دونوں لڑکوں حامد و محمد کو لیکر دلائی چلے گئے تھے اسی سال یعنی ۱۸۸۷ء مطابق سنہ ۱۲۸۷ھ میں وہ تاجک واپس چلے گئے، لندن کے سفر میں انہوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری لکھی جس میں یہ ثابت کیا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں بلکہ انگریزی کا مشہور و معروف کاروائی اس وقت سرسید سے مذہبی مباحثے کرتا تھا، لندن سے واپسی کے بعد بنارس ہی سے انکا مشہور اخبار تہذیب الاخلاق پہلی بار ۱۸۸۰ء سے لیکر ۱۸۸۶ء تک جاری رہا، دوسری بار ۱۸۸۹ء سے لیکر ۱۸۹۴ء تک جاری رہا، تیسری بار ۱۸۹۴ء سے لیکر ۱۸۹۶ء تک جاری رہا، چوتھی بار ۱۸۹۶ء سے لیکر ۱۸۹۸ء تک جاری رہا، پانچویں بار ۱۸۹۸ء سے لیکر ۱۸۹۹ء تک جاری رہا، چھٹی بار ۱۸۹۹ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک جاری رہا، ساتویں بار ۱۹۰۰ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک جاری رہا، اسی سال ۱۸۹۹ء میں سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ساتھ ہی ۲۶ دسمبر سنہ ۱۸۹۹ء کو بنارس سے

کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی، اس کے مقاصد کا اعلان پہلے ہی سے اشتہار و اخبار کے ذریعہ کروا دیا تھا، لہذا اس کیلئے مضامین نگاری کرائی گئی، چنانچہ اعلان کرایا گیا اور انعام دینے کا وعدہ کیا گیا، اس سلسلے کا پہلا انعام مولوی سید اشرف علی ایم، اے کو ملا، جو اس زمانے میں بنارس کالج کے طالب علم تھے،

سرسید کے وقت میں بنارس کا صحافتی مقام بہت اونچا ہو گیا تھا، اس سلسلے میں بنارس کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ یوپی میں ہندوؤں کا پہلا اخبار ۱۸۴۵ء میں بنارس سے شائع ہوا، اس کا نام سدا کر اخبار تھا، اسکے اڈیٹر تاراموہن مہتر تھے، اس کے علاوہ غدر ۱۸۵۷ء سے تقریباً ۲۵ سال پہلے گووند گرو ناتھ کی اڈت میں بنارس اخبار "اندو میں نکھارا"، اس اخبار کو مہاراجہ نیاپال سے مدد ملتی تھی، پھر ۱۸۵۹ء میں نیاغ و ہمار کے نام سے مہاراجہ بنارس کی سرپرستی میں ہندوؤں کا دوسرا اردو اخبار نکلا، پھر ۱۸۶۱ء میں آفتاب ہند کے نام سے تیسرا اخبار نکلا، اسکے اڈیٹر بابو گووند گرو ناتھ اس کے بعد ہندوؤں کے مختلف اخبارات لکھتے اور بند ہوتے رہے، لیکن سرسید کا تہذیب الاخلاق کافی دنوں تک رہا، ابتدا میں سرسید نے مسلمان موشل رفتار کے نام سے بھی ایک اخبار بنارس ہی سے جاری کیا تھا، جس کا مقصد مسلمانوں کو بیدار کرنا اور تعلیم و روزی کے متعلق ان کو ہوشیار کرنا،

تم ۲۴۔ ڈیوک الفریڈ لیسٹر ملکہ وکٹوریہ

۱۲۸۶ء مطابق ۱۸۷۴ء میں ۱۷ جنوری کو ڈیوک الفریڈ لیسٹر ملکہ وکٹوریہ

لارڈ میو بہ سیاحت ہند بنارس آئے، جن کے استقبال میں بہت چڑھاؤں کیا گیا،

۲۵۔ سید تراز علی خاں بہادر سرہ سالار

اسی سہ ماہ میں نواب شجاع الدولہ مختار الملک سید تراز علی خاں بہادر

سپر سالار نائب سلطنت حیدرآباد بنارس آئے،

## ۲۶۔ جنگلی شہر کا واقعہ

۱۲۸۶ء مطابق ۱۷۷۱ء کو ایک جنگلی شہر رات کے وقت جنگل کی طرف سے شہر میں داخل ہوا، اسکے مارنے کی تدبیریں کمیشن جس کے نتیجے میں اکثر اشخاص زخمی ہوئے اور ایک ایک بندوق سے مارا گیا،

## ۲۷۔ پرنس آف ولز کی صحت پر بنارس میں جشن

۱۲۸۸ء مطابق ۱۸۷۲ء میں ۲۲ فروری یومِ دو شنبہ بوقتِ صبح باہم سید احمد خاں بہادر و نجم الدین بیگ بنارس دوسرے علی حسن صاحب تحصیلہ ار کے اہتمام سے کثیر تعداد میں مسلمانوں نے جمع ہو کر اس بات کی خوشی منائی کہ دکتوریہ کے لڑکے سز راجہ آئیس پرنس آف ولز کو صحت ہوئی تھی۔ لاہر شام کو ہندوؤں نے اپنی عبادت گاہوں میں خوشیاں منائیں

## ۲۸۔ شدید سیلاب اور وبا

۱۲۹۱ء مطابق ۱۸۷۵ء میں تیس تارنی اور گرسن کے موقع پر اس کثرت سے آدمی آئے کہ وہ بھیل گئی، اور کثرت سے لوگ مرے اور اس سال دریا میں اس قدر سیلاب آیا کہ دھما سمیرو، کوئی کی چوکی، انواب گنج وغیرہ میں لوگ کشتیوں سے آتے جاتے

## ۲۹۔ سرکاری ہسپتال

۱۲۹۳ء مطابق ۱۸۷۷ء میں ۵ جنوری کو ایچ، آر، آئی، ایس پرنس آف ولز ولی عہد انگلستان، ہندوستان کا سفر کرتے ہوئے بنارس آئے اور ہسپتال کی بنیاد رکھی،

## ۳۰۔ جلسہ تہنیت و دربار عام

اسی سن میں کوئن دکتوریہ نے اپنا لقب قصیرہ ہند و شہنشاہ رکھا، اور اسکی تہنیت

میں بنارس میں ایک جلسہ ہوا، اور گورنر جنرل وائسرائے ہند نے دہلی میں دوبارہ عام کیا

### ۳۱۔ ہسپتال کا احراز

۲۹۴ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں لارڈ ڈپٹی وائسرائے گورنر جنرل بہادر نے بنارس  
اکر ہسپتال موسومہ پرنس آف ولز کو جاری کیا، جسکی بنیاد ۱۸۴۷ء میں پڑی تھی،

### ۳۲۔ بیچارچ پنچم والی ہند کی بنارس میں آمد

۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء ۲۱ فروری کو بیچارچ پنچم والی ہند بنارس آئے، اور  
رئیس القوم مولانا الحاج خضی الرحمن صاحب کے مکان واقع علی بابا اور سردار رحمت اللہ  
صاحب کے مکان واقع کتھہر پر آئے، ان دونوں حضرات کو خانقاہ صاحب کاشاہی لقب علیا،  
جسکی تہنیت میں ۱۸ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء کو کونسل کلج میں جلسہ ہوا،

### ۳۳۔ حصار احمر بنارس کو اختیار آریا سیرنگی

۱۹۱۱ء میں بہادر شاہ ریاست بنارس سربراہ پھونزائیں جی اسی آئی، آئی کو  
گورنمنٹ نے ریاست کے تمام امور تفویض کئے، ریاست کا کل رقبہ ۸۶۵ میل مربع  
شماری ۳۴۶۹۶۳ اور سالانہ آمدنی ۱۶ لاکھ ۸۰ ہزار روپے تھی،

### ۳۴۔ ندوۃ العلماء کا پہلا اجلاس علمی نمائش

۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۶ء ۱۱ اپریل کو بنارس کے ٹاؤن ہال میں مولانا شبلی  
امتیاز علی ندوۃ کا پہلا جلسہ منعقد ہوا، اور اس سلسلے میں ایک علمی نمائش بھی سجا لی گئی، جس  
میں ہندوستان کے قدیم ترین تحریری سولے اور شاہی فرمان سجائے گئے، انشمہ کے تحریر

احکام بڑے شوق سے اس میں شریک ہوئے، خصوصاً صاحب کشتنریک ایک چیز کو نابینا ہونے سے دیکھتے جاتے تھے، علما و فضلا بھی دود دراز سے آئے ہوئے تھے، ہاں کو اگرچہ فرامین دیو سے دل چسپی نہیں تھی، لیکن فنِ حدیث کی جو نادر کتابیں مہیا کی گئی تھیں، اہل دین میں سے بعض صحیح بخاری سے بھی پہلے کی تصنیف تھیں، ان کو خواہ مخواہ اپنی طرف پائل کرتی تھیں، مشہور خطاطوں کے غونے، نادر کتابیں، مصنفین کے ہاتھ کے مسودات، سلاطین و امراء کی تحریریں، فرامین و احکام شاہی کثرت سے فراہم کئے گئے تھے، بعض فرامین جو ہندی زبان میں تھے وہ نیزہ تیرہ سو سال پرانے تھے، اسلامی زمانہ کے فرامین تغلق سے لیکر احمد شاہ پسر محمد شاہ کے زمانہ تک تھے، ان فرامین کو دیکھنے سے اسلامی تہذیب اور تمدن کا صحیح اندازہ ہوتا تھا، ان کا کاغذ، سیاہی، نشانِ خط، حسنِ تحریر دیکھنے کے قابل تھی، چھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی کاغذ اپنی حالت میں قائم تھے، سیاہی کا یہ حال تھا کہ لکھنے والا گویا ابھی لکھ کر اٹھا ہے، اس ناس کی مفصل کیفیت مقالات سبلی جلد ۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔

### ۳۵۔ بنارس ہندو یونیورسٹی کی بنیاد

۱۹۲۲ء مطابق ۱۳۴۱ھ میں ۲۴ فروری کو دائرہ بنارس آئے اور بنارس ہندو یونیورسٹی کی بنیاد رکھی،

### خاتمہ

انگریزوں کے دورِ حکومت کے اہم واقعات تحریر کر دئے گئے، اس کے بعد بنارس کوئی ایسا واقعہ قابلِ ذکر نظر نہیں آتا، البتہ بنارس کی تاریخی عمارتیں جن کا اکثر و بیشتر تذکرہ مقدمہ میں کر دیا گیا ہے، ایک اہمیت رکھتی ہیں، اور ان میں زیادہ تر مسلمانوں ہی کے آثار نمایاں ہیں، بچے لکھنا ہی ہوگی اگر اس کتاب میں ہندوؤں کی ان مندروں کا تذکرہ نہ کیا جائے تو اس کے باعث بنارس اہلِ خود کی نظر میں متبرک شہر ہے، اس لئے آئندہ کے صفحات میں ان کا بھی تذکرہ کیا جا رہا ہے، ہندوؤں کے مشائخ اور حضراتِ اولیاء کو اکریم کا تذکرہ اس کی دوسری جلد مشائخِ ہند میں ملاحظہ فرمائیے۔

## بنارس میں ہندوؤں کی اسم عبادت گاہیں

بنارس کی پوری تاریخ تین حصوں میں منقسم ہوئی ہے  
۱۔ آریوں کا ابتدائی دور حکومت اس کے بعد بدھوں کی ہمہ گیر حکومت کا زمانہ  
۲۔ ہندوؤں کا طویل عہد حکومت

۳۔ مسلمانوں کا نو سو سالہ دور حکومت

ان تینوں عہد حکومت کی تاریخ اس کتاب میں تفصیل سے آگئی ہے، انگریزوں کے عہد حکومت کا زمانہ تقریباً دو سو برس ہے، اس لئے اس کے واقعات جستہ جستہ آگئے ہیں، لیکن مذکورہ بالا تینوں دور حکومت میں مسلمانوں کا عہد زیادہ نمایاں ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس دور حکومت کے واقعات اور حالات کا بہت بڑا تحریری سرمایہ موجود ہے، باقی سلسلوں کے واقعات کا سرمایہ زیادہ تر زبانی روایات ہیں

لیکن پھر بھی ہندوؤں کے دور حکومت کی بہت سی یادگاریں آج بھی زندہ جاوید ہیں، جن کی بنا پر یہ سہروردی ہندوؤں کی نظر میں بڑا مقبرک اور مقدس مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں سہروردی غیر کمی سیاح آتے رہے، اور مختلف انداز سے اس کے چرچے ہوتے رہے، مرزا غالب نے یہاں کہے توں اور عبادت گاہوں کیلئے بڑے فخر سے کہا تھا

عبادت خانہ ناقوسیاں است ہمارا کعبہ مندر و مستان است

یہاں تک تو غنیمت تھا کہ غالب نے بنارس کو ہندوستان کا کعبہ سجا، لیکن ایک پیرانی سیاح الحاح زین العابدین بشروانی آج سے تقریباً ۲۵۰ سال قبل جب بنارس آئے تو انہوں نے اپنے سفر نامہ "تستان السیاحہ" میں بنارس کا ذکر اس طرح کیا ہے

غیریت خلد قریا و دیریت دل نشیں اند بنارس ایک شہر ہے جو خلد کے اند اور دل نشیں ہے، اقلیم ددم و دہویش گرم و آتش از چاہ بجھے، اقلیم ددم میا ہے، وہاں کی ہوا گرم اور اس کا نرزدہو الحق مقام محمود است..... پانی کنویں کا اور بعض نہر کا نکلا ہے کہ یہ مقام محمود

بہر حال ہندوؤں کی زبان پر بنارس کی عظمت و تقدس کا بڑا چرچا ہے، ان کی بنس  
اہم عبادت گاہوں کی تفصیل درج ذیل ہے،

۱۔ ورنہ نکال کا مندر قدیم ہے، اس سے شعلائے امراض اور درازی عمر کی کرامات منسپور  
ہیں، تیرکایچ زمانہ معلوم نہیں، لیکن بہت پرانا ہے،

اس مندر میں پتیلی کی پلیٹوں پر سیرے کے تین سوئیاں نصب ہیں، ان  
پر سیرہا کا مندر میں ہر سوئی میں انجلیبی ہے، اور شہد کی مکھی کے برابر موٹی ہے، اس کے  
بارے میں مشہور ہے کہ جب خدا نے دنیا بنائی تو سونے کی ۱۲ پلیٹیں ایک سوئی میں اس طرح پرو  
دی ہیں کہ بڑی پلیٹ سب کے نیچے، اس سے چھوٹی اس کے اوپر، اسی طرح تمام پلیٹیں رکھی  
ہوئی ہیں، اور یہاں چارپوں کی ہر وقت ڈیوٹی لگی رہتی ہے، وہ سیرہا کے قانون کے مطابق پلیٹیں  
ایک سوئی سے دوسری میں منتقل ہوتی رہتے ہیں، اور ایک وقت میں صرف ایک پلیٹ ہلا سکتا ہے  
اور جب تمام پلیٹیں کو اپنی اصلی حالت میں آجائیں گی، یعنی یہ کہ سب سے بڑی سب سے نیچے،  
اس سے چھوٹی اس کے اوپر تو اس وقت مندر دھرام سے زمین پر گرے گا، اور ساری دنیا  
تہس نہس ہو جائے گی،

یہ دوسرے مندروں کے مقابلے میں بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے، جو  
۳۔ لکشمیشور کا مندر شیو کے نام پر محزون کیا جاتا ہے، بنارس کا بڑا دیوتا ویشیشور ہے،  
بنارس کے تمام ہندو ہر سال ایک مہینے کے ساتھ پوجا کرتے ہیں، یہ مندر ۱۵ فٹ اونچا ہے،  
زیادہ بڑا نہیں ہے، اکثر کمزوروں نے اس کا نام گولڈن ٹمپل (سونے کا مندر) رکھا ہے، کیونکہ وہ  
کے صحن کا بڑا قہار اور چوٹی پر تانبے کا تیر سونے کا مندر صاف ہوا ہے،

یہ بھی قدیم عمارتوں میں ہے، اس کے ساتھ ہی ایک قدیم عمارت ہے، جو  
۴۔ مان مندر سورج اور چاند کی گردش کے حالات دیکھ جاتے تھے، اور قابل دین ہے،



امیر کے راجہ جے سنگھ نے سنہ ۱۶۹۲ء میں یہ رصد گاہ تعمیر کرائی، مندر ہمارا جہان سنگھ نے اکر کے حکم سے تعمیر کرائی،

ان مندروں کے علاوہ آنا پونا، بھیروناٹھ، اودھ، شیشور، اور گامندر وغیرہ اہم سمجھے جاتے ہیں اور بڑی بڑی روایات ان کی طرف منسوب ہیں،

مندروں کے ساتھ ساتھ گھاٹوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اور سارے ہندوستان میں ان کی مثال نہیں ہے، یہ گھاٹ بڑے بڑے پتھروں سے بنے ہوئے ہیں اور میل کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہیں، ان پر مذہبی رسمیں ادا کی جاتی ہیں، چند گھاٹوں کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ اسی سنگم - یہاں سے دریا کے اس پار ریاست بنارس رام نگر کا شاندر اور ویج قلعہ دکھائی دیتا ہے،

۲۔ وشواسو میدھ گھاٹ - اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ برہمنانے شیو کے ارشاد کے مطابق یہاں دس وشواسو میدھ گھاٹ دس گھوڑوں کی قربانی کی تھی اس لئے یہ نام رکھا گیا، دس گھاٹ کے معنی دس اور سو میدھ کے معنی گھوڑے کہے ہیں،

۳۔ منکر نیک گھاٹ - اس گھاٹ پر مردے جلائے جاتے ہیں اور ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے،

۴۔ پنج گنگا گھاٹ - کہتے ہیں کہ یہاں پانچ دریا اکٹھے ہیں، دھن پتا، جونا، کیرنا ندی، امر سوتی، گنگا، اس لئے یہ نام پڑا،

۵۔ میر گھاٹ - میر ستم علی خاں حاکم بنارس نے محمد شاہ کے عہد میں یہ گھاٹ تعمیر کرایا،

۶۔ گیان پانی - عقل کی باؤلی، دیشیشور مندر کے اندر ہے، جہاں شیو کا آستان بتایا جاتا ہے

اور دس عبارت گاہ بھی جاتی ہے،

امرت کند - جہاں پانی امراض کیلئے شفا اور کوڑھ کیلئے مفید بتایا جاتا ہے،

ناگ کنواں۔ یہ بہت قدیم ہے اور شہر کے شمال مغرب میں واقع ہے، اس نام سے محلہ بھی مشہور ہے، یہاں ہر سال جاترا بھی ہوتی ہے اور سانپ کے کاٹنے محفوظ رہنے کیلئے اس میں لوگ اشتنان کرتے ہیں۔

## آبادی اور قومیں

بنارس کی موجودہ آبادی ۶ لاکھ سے تجاوز ہے، اور ۳۳ فیصدی مسلمان آباد ہیں، ہندو کی شاید ہی کوئی ایسی قوم ہو جو آباد نہ ہو، اور نہ قریب قریب ہندوستان کی تمام ہی قوم یہاں موجود ہیں، بینگالیوں کی اچھی خاصی تعداد بینگالی ٹولہ میں موجود ہے، پنجابیوں اور سندھیوں کی آبادی گلی گلی کچے کوچے میں ہو گئی ہے، مارواڑی، گجراتی، اندرا سنی شہر کے مختلف محلوں میں آباد ہیں، ہندو عام طور سے متمول اور خوشحال ہیں، مسلمانوں کی آبادی عام طور سے بدینورہ، علوی پورہ، چوک میں ہے، اور شہر کے چاروں طرف شہر بنیاد کی طرح محفوظ ہیں۔

ریشمی کپڑوں کی صنعت یہاں کی بہت قدیم ہے، اور بنارس اس صنعت کیلئے دنیا بھر میں مشہور ہے، یہ صنعت بڑے عروج پر ہے، اور ہندو، مسلمان دونوں کا پذیرہ دہاں ہے، بنارس کے بننے ہوئے پتیل کے برتن، پتیل اور پتھر کی بنی ہوئی صورتیاں، اور تبا کوہی بہت مشہور ہے، ان کا سارا کاروبار سندھوں کے ہاتھ میں ہے۔

بنارس کے مصافحات میں بہت سی طبی دوائیں بنی جاتی ہیں، سب یہاں کی گلیاں اپنی مثال آپ ہیں، عداوتیں زیادہ تر سنگین ہیں، امکاٹا چار منزلوں سے ۶۰۰۰ منزلوں تک ہیں۔

## انگریزی دور کی چند اہم عمارتیں

انگریزی دور کی عمارتوں میں سب سے بڑی اور شاندار عمارت، کونسلس کالج کی ہے، ٹاؤن ہال، مکینس ٹارڈن، راجہ برہما اور ہندو یونیورسٹی وغیرہ قابل دیدن ہیں،

شہر کے ہوٹلوں میں کھارک ہوٹل اپنی مثال آپ ہے، یہ مال روڈ پر واقع ہے اس کے پاس ہی ایک دوسرا ہوٹل ڈی پیرس بھی ہے یہ دونوں ہوٹل بڑے ہی نستعلیق اور مہذب ہیں، اور تقریباً ۱۰ سال پرانے ہیں، یورپین سیاح ان ہی ہوٹلوں میں آکر ٹھہرتے ہیں،

## ریلوے لائنیں

بنارس میں ریلوے لائنوں کے جال بچا ہوا ہے، اور بڑی مرکزیت حاصل ہے اور پورے شہر سے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پھیلا ہوا ہے،  
 ۱۔ محفل سرائے ایسٹرن ریلوے کا بہت بڑا اسٹیشن ہے، جو اب میونسپل ایریا کے اندر آگیا ہے، اور ایسیا میں انٹرنیٹل مرکز ریلوے اسٹیشن کوئی نہیں ہے،  
 ۲۔ کاشی ریلوے اسٹیشن زیادہ بڑا نہیں ہے، لیکن دوسرے اعتبار سے اس کو اہمیت حاصل ہے، کاشی لنگا کے کنارے واقع ہے، اور محل سرائے سے ٹھٹھا کا ریلوے پل اس کو ملاتا ہے، پہلے اس پر صرف ریلوے لائن گذرتی تھی، اور انگریزوں کے دور میں اس کا نام ڈفرن برج تھا، لیکن مشینیں یہ دو منزل بن کر تیار ہوا ہے، اور کافی چوڑا کر دیا گیا ہے، اور پیر سڑک ہے، جہاں سے سواریاں، بسیں گذرتی ہیں، اس کا نام اب "مالوی برج" ہو گیا ہے، پل کی سات دریں ہیں، اور ہر در ۱۰۳ فٹ چوڑی ہے،  
 ۳۔ وارانسی سے اس کا نام بنارس چھاؤنی تھا، بنارس کا بڑا ریلوے اسٹیشن ہے، اور چھوٹی بڑی دونوں لائنوں کا مرکز ہے، چھوٹی لائن آباد سے اگر بنارس سٹی ہوتی چھڑا، کپھار اور گورکھ پور کی طرف جاتی ہے، بڑی لائن محفل سرائے سے ہو کر یہاں سے پرتاپ گڑھ اور فیض آباد، کسٹور کی طرف جاتی ہے،

۴۔ وارانسی شہر سے بنارس (چھوٹی لائن) کا خوبصورت اسٹیشن ہے، پہلے اس

نام بنارس سٹی تھا، لیکن معلوی پورہ کے نام سے یہ زیادہ مشہور ہے اس لئے کہ اس اسٹیشن کے قریبی ہی علاقے میں معلوی پورہ ہے، جہاں حضرت ملک افضل معلوی شہید کا مقبرہ ہے، سیانہ کا کچھ جھوٹی لائن کا بنارس اسٹی ہے پہلے نیا اسٹیشن تعمیر ہوا ہے، اور بدھ مذہب کا مقدس مذہبی مقام ہونے کی وجہ سے نئی عمارت بودھ تعمیرات کی اگلیہ دار ہے، میونسپل ایریا کی سرحدوں پر دو اسٹیشن شہر پور اور منڈواڈیہ واقع ہیں اور بڑے آباد ہیں،

## صحیح بنارس

ہندوستان بھر میں بہت زیادہ مشہور ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ہر روز سہری کے سحر سے لیکر اربعے دن تک اشتان کرنے والوں کا لنگا کے کنارے بہت بڑا اجتماع رہتا ہے، گویا ہر روز ایک میلہ لگا رہتا ہے ہندوستان کے اور کسی شہر کی یہ خصوصیت نہیں ہے، اس صحیح بنارس سے متاثر ہو کر غالب نے بنارس میں جو قصیدہ لکھا تھا وہ اسی کتاب کے شروع میں نقل کر دیا گیا ہے۔

ششم شہر

ہر قسم کے درد، اچوٹ، امونج، زخم، سردی، ازکام  
بخار، انٹونہ وغیرہ کیلئے بہت مفید ہے۔

بخاری تسلس

ملنے کا پتہ: عبد الغفار خاں بیگ آزاد پاک بنارس